یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

طلب امارت کی ممانعت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا۔

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ امارت نہ مانگ کیونکہ اگر مانگنے پر امیر بنایا گیا تو تجھے امارت کے حوالہ کر دیا جائے گا اور اگر بن مانگے امارت ملے گی تو اس پر تجھے اللہ کی اعانت حاصل ہوگی۔

سب سے بہتر

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الْأَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب سے اچھا آدمی وہ پاؤ گے جو امارت کو ناپسند کرے اور لوگ اس کو مجبور کر کے اس کے سپرد کریں۔

آغاز و انجام

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم امارت پر حرص کرو گے حالانکہ وہ قیامت کے دن ندامت کا باعث ہے پس اس کا آغاز (پیدائش) اچھا اور انجام برا ہے۔

حاکم وقت کی اطاعت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى أَنْ لَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهٗ وَعَلٰى أَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَلٰى أَنْ لَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهٗ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ تنگی اور فراخی پسند اور ناپسند میں سمع اور طاعت پر قائم رہیں گے اور ہر مشکلات میں بھی اور یہ کہ ہم لائق حاکم وقت سے نہ جھگڑیں اور یہ کہ ہم حق بات کہیں جہاں کہیں بھی ہوں اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ ایک روایت میں ہے کہ ہم لائق حاکم وقت سے نہ جھگڑیں مگر یہ کہ واضح کفر دیکھیں جس کے متعلق اپنے پاس اللہ کی طرف سے دلائل بھی ہوں۔

اطاعت جائز نہیں

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

(مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ نواس بن سمعان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس معاملہ میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

معصیت کا حکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان آدمی پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے ہر اس کام میں جسے وہ پسند کرے یا ناپسند کرے جب تک کہ معصیت کا حکم نہ ہو اور جب کسی گناہ کا حکم دیا جائے تو سننا اور اطاعت کرنا جائز نہیں۔

جنت کی ضمانت

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر جس نے ابا کیا۔ عرض کیا گیا کہ کس نے ابا کیا تو فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی اس نے ابا کیا۔

کتاب و سنت

عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔

(رواہ فی المؤطا)

ترجمہ:۔ مالک بن انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

شریر حاکم

عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے حاکموں میں شریر وہ ہے جو ظالم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۴ | ۷ رصفر المظفر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۵ راپریل ۱۹۶۹ء | شمارہ ۵۱

شذرات

حق بحقدار رسید

بادشاہی مسجد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار اور برصغیر پاک و ہند میں عظمتِ اسلام کا زندہ و پائندہ نشان ہے۔ اس میں ایک اندازے کے مطابق پچھتر ہزار آدمی بیک وقت نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں اور وسعت کے لحاظ سے اسے دنیا کی تمام مساجد سے بڑا گنا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مسجد کی زیارت کے لئے ملکی و غیر ملکی زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے — جمعہ و عیدین کی نمازوں میں بھی اس کی حاضری عدیم النظیر ہوتی رہی ہے لیکن چند سالوں سے جمعہ کی حاضری میں معتدبہ کمی ہو گئی تھی اور اکثر لوگ اور علم دوست حضرات شاکی تھے کہ مسجد کو شایانِ شان خطیب میسّر نہیں۔ چنانچہ اکثر غیر ملکی سیاح اور علماء بھی اس بارے میں شکوہ سنج رہے ہیں۔ اور محکمہ اوقاف پر اس عنوان سے تنقید کرتے رہے ہیں۔ مزید برآں محکمہ اوقاف نے اپنی روایات اور قوانین و ضوابط کے خلاف یہ بھی ایک ناانصافی کی تھی کہ اس مسجد کے خطیب کو جو دیوبندی مسلک کا تھا اور جسے علامہ اقبال مرحوم، قائداعظم مرحوم، مولانا ظفر علی خان مرحوم اور اسی قسم کے بڑے بڑے رہنماؤں کی حمایت حاصل رہی تھی اور جس کا تقرر بھی علامہ اقبال مرحوم کے مشورے سے ہوا تھا الگ کر کے اس کی جگہ ایک بریلوی مکتبۂ فکر کے نہایت معمولی سوجھ بوجھ کے آدمی کو مقرر کر دیا تھا۔ چونکہ علماء دیوبند پڑھے لکھے طبقہ پر مضبوط گرفت رکھتے ہیں اور اپنے علم و عمل اور حق گوئی و بے باکی کی وجہ سے عوام میں بیحد مقبول ہیں اس لئے دانشور طبقہ اور عوام میں محکمہ اوقاف کے خلاف بے اطمینانی کی فضا کا قائم ہو جانا ناگزیر تھا۔ نتیجتہً مسجد میں جذب و کشش کی کیفیت کم ہونے لگی، علم دوست طبقہ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور جمعہ کے نمازیوں کی حاضری بے حد کم ہو گئی ——

ہمیں خوشی ہے کہ محکمہ اوقاف نے اپنی سابقہ بے ضابطگی پر نظرثانی کر کے عوامی خواہشات کا احترام کیا ہے اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ملک کے مایہ ناز خطیب اور مقبول خواص و عوام مقرر اور عالم دین مولانا عبدالرحمٰن جامی کو بادشاہی مسجد کا خطیب مقرر کیا ہے۔ ہماری رائے میں مولانا موصوف کا تقرر محکمہ اوقاف کا بڑا مناسب اور موزوں اور حکیمانہ اقدام ہے اور اس سے حکومت، محکمہ اور مسجد کی عزت اور وقار میں بے حد اضافہ ہوگا کیونکہ مولانا جامی نہایت ہی معتدل مزاج، افراط و تفریط سے بیگانہ، ہر فرقے اور ہر مکتبۂ فکر میں مقبول و محبوب اور سلجھے ہوئے اور منجھے ہوئے خطیب اور عالم دین ہیں اور ان کی وجہ سے مسجد کی طرف عوام کی کشش اور رغبت بڑھ جائے گی اور انشاءاللہ وہ دن دُور نہیں کہ جب مسجد کی کھوئی ہوئی رونق نہ صرف بحال ہو جائے گی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔

ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے لاکھوں قارئین کرام، ملک کے ہزاروں علماء اور مشائخ عظام اور کروڑوں باشندگان محکمہ اوقاف کے اس عادلانہ و دانشمندانہ اور حکیمانہ اقدام کا صدق دل سے خیر مقدم کریں گے اور ان کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔

ہم آخر میں حق اس کے حق دار تک پہنچانے کے منصفانہ اقدام پر محکمہ اوقاف، مارشل لاء کے حکام اور حکومت مغربی پاکستان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اس امر پر تشکر و امتنان کا اظہار کرتے ہیں کہ جس طرح مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اغواشدہ خواتین بازیاب ہو کر اپنے جائز وارثوں تک پہنچ چکی ہیں اور ہزاروں گھر آباد ہو گئے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی سب سے بڑی مسجد اور کعبہ کی بیٹی کو بھی اس کا سہاگ واپس مل گیا ہے اور اس کی مانگ جو اجڑ چکی تھی پھر سے آباد ہو گئی ہے ——

طوفان زدگان کی امداد

ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کی وجہ سے ہنگاموں، فسادات، خونریزیوں اور آتش زنی کی وارداتوں کے طوفان سے نجات ملی ہی تھی کہ طوفانِ باد و باراں نے مشرقی پاکستان کو گھیر لیا ہے اور وہاں سے تباہی و بربادی اور ہلاکت خیزی کی نت نئی خبریں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک طوفان نے کئی بستیوں کو قبرستان میں تبدیل کر دیا ہے۔ ہلاک ہونے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے، زخمیوں کا شمار نہیں ہو سکتا اور بے گھر ہونے والوں کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ فصلیں، صنعتی ادارے اور مکان اجڑ چکے ہیں اور ان کی تلافی کروڑوں روپے سے بھی نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے اس قسم کی آفاتِ ارضی و سماوی کے سامنے انسان قطعی بے بس اور عاجز ہوتا ہے اور سائنس و مادیت کی ترقی کے باوجود ان سے رہائی نہیں پا سکتا تاہم ایسے حالات میں ایک انسان اتنا ضرور کر سکتا ہے کہ نقصان پہنچنے والے لوگوں کی ہر طرح اور زیادہ سے زیادہ امداد کر کے اپنا انسانی اور اخلاقی فریضہ انجام دے ——

مرکزی اور صوبائی حکومتیں اس وقت تک متاثرہ افراد کے لئے تیس لاکھ روپے سے زیادہ رقم منظور کر چکی ہیں لیکن بدیہی بات ہے کہ اتنے بڑے نقصان کی تلافی صرف اتنے سرمایہ سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور حکومت کے ذرائع محدود ہیں اس لئے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایک امدادی فنڈ قائم کر دیا ہے تاکہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں

(باقی ص۱۶ پر)

مجلسِ ذکر ۲۹ ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۷ ر اپریل ۱۹۶۹ء

حلال کھاؤ، حرام سے بچو

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى : اَمَّا بَعْدُ :-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
(پ ۲ س البقرہ ع ۷ - آیت ۱۸۸)

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

دولتِ ایمان بہت بڑی نعمت ہے

میں کہا کرتا ہوں کہ ایک ادنیٰ مسلمان جو چپڑاسی ہے، چاہے بچارا آدھی روٹی کھاتا ہے، سوکھی کھاتا ہے، اچھی قسم کی غذا نہیں کھا سکتا راحت کی زندگی نہیں گذار سکتا، لیکن وہ ابدالآباد کے لئے جنت میں جائیگا اور کوسی گن اور امریکہ کے صدر نکسن اور برطانیہ کے ولسن اور فرانس کے ڈیگال اپنے کفر کی وجہ سے ابدالآباد کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ میرا اپنا ایمان ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال گھاٹے کا سودا ہے۔ چاہے دنیا بھر کی حکومتیں مل جائیں اور ادھر اللہ تعالیٰ کا انعام یعنی ایمان و اسلام ہی نصیب ہو جائے، دنیا کے اندر چاہے اس کی زندگی کلفت کے اندر گذرے، مسرت کے اندر گذرے، بیقراری اور کس مپرسی کی زندگی گذرے مگر وہ عنداللہ یقیناً اُن لوگوں سے افضل اور معزز ہے جو دنیا کے اندر عزت اور وقار کے مالک ہیں اور کئی کئی حکومتوں کے مالک ہیں لیکن مسلمان نہیں تو وہ جہنم کے سزاوار ہیں اور ابدی عذاب کے مستحق ہیں۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ایمان و اسلام کی دولت سے سرفراز فرما رکھا ہے۔ دنیا کی ساری دولتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ پرِ کاہ کے برابر نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پسند

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے کہیں کہ دنیا کی حکومت لے لو اور ایمان اور اسلام کی دولت دے دو تو میں کہوں گا یہ گھاٹے کا سودا ہے۔ اگر مجھے دونو میں سے ایک کے قبول کرنے کا اختیار ہے تو میں مسجد کی چٹائی پر سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہوئے دنیا سے چلا جاؤں، پھٹے ہوئے کپڑے پہن کے، روکھی سوکھی کھاتے ہوئے چلا جاؤں تو مجھ پر خدا کی رحمتیں ہیں، اس زمین پر جہاں میں دفن ہونگا اس قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی جہاں میرا وجود ہوگا اور یہ صورت میرے لئے انتہائی کامیابی و کامرانی کی دلیل ہے۔

انسان اور حیوان میں فرق

احسان بن دانش صاحب کا یہ شعر اکثر زبان پر آ جاتا ہے ؎

اتفاقاً بھوک نے شاید سزا دی تھی مجھے
انتقاماً بھوک کو اکثر سزا دیتا ہوں میں

بیل، گائے، گدھے کو آپ دیکھتے ہیں۔ یہ نہ اپنے کی تمیز کرتے ہیں نہ پرائے کی، جہاں چارہ ملا منہ مار لیا، جہاں پانی ملا پی لیا، مومن، مسلمان۔ اور انسان اس طرح نہیں کرتا۔ انسان اپنا کمایا کھاتے ہیں، اپنے گھر میں جا کے کھاتے ہیں، اپنے گھر میں اپنی اپنی ضروریات اپنے وسائل سے مہیا کرتے ہیں۔ یوں نہیں کہ راہ جاتے ہوئے جس کی روٹی پڑی ہوئی دیکھی کھا لی۔ جانوروں سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے بلند و بالا کیا ہے۔

ناپ تول میں کمی بیشی کی سزا

سورۂ نساء کے اندر بھی یہی حکم ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ کہ آپس میں باہمی تجارت سے تم کھاؤ پیو اور حرام طریقوں سے نہ کھاؤ۔ حرام طریقوں کے اندر سارے وہ طریقے آ جاتے ہیں جو ناجائز ہیں۔ سود بھی، رشوت بھی، چوری، ڈکیتی، بغیر رضامندی کے تجارت، تولنے کے باٹ لینے کے اور دینے کے اور۔ کتنی ہی قومیں اللہ نے غارت کی ہیں وہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتی تھیں۔ لینے کے لئے اور باٹ تھے، دینے کے لئے اور۔ ہندوؤں کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ انہوں نے لینے والے باٹ الگ رکھے ہوتے ہیں اور نوکروں کو سمجھایا ہوا ہوتا ہے حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ (پ ۳۰ س المطففین آیت ۱ تا ۳)

ترجمہ: کم تولنے والوں کے لئے تباہی ہے وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

ملازمین حلال کمائی میں مشتبہ و حرام نہ ملائیں

خدا کی نافرمانی صرف نماز روزہ سے لاپرواہی ہی نہیں بلکہ یہ ناپ تول میں کمی بیشی بھی نافرمانی ہے۔ اور اس میں ساری ناپ تول کی کمی بیشیاں آ گئیں۔ مثلاً استاد ٹیوشن طے کرتا ہے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

۳۰ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ر اپریل ۱۹۶۹ء

ہمیشہ حقیقت و راستی کے جادے پر چلتے رہو

—اور—

صراطِ مستقیم سے سرِ مُو ادھر اُدھر نہ بھٹکو

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مد ظلہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (پ۸ س الانعام آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳)

ترجمہ: کہہ دو آؤ میں تمہیں سُنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور تنگدستی کے سبب سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دیں گے اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ۔ اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو۔ جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے۔ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم سمجھ جاؤ اور سوائے کسی بہتر طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ماپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو۔ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ دار ہی ہوں، اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

بزرگانِ محترم! کتاب و سنت کی تعلیمات کی رُو سے انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کے حکموں کی من و عن تعمیل کرے۔ اپنی طرف سے اپنے اوپر کوئی پابندی عائد نہ کرے اور اگر وہ ایسا کرے گا تو ظالم اور جابر کہلائے گا۔ انسان جن چیزوں کو اپنے اوہام و خرافات کی وجہ سے حرام قرار دے دیتا ہے، فی الحقیقت وہ حرام نہیں ہیں۔ حرام تو وہ چیزیں ہیں جو حقیقت اور راستی کے خلاف ہیں۔ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کے خلاف ہیں۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہیں اور جن سے خدا کے پیغمبروں نے متفقہ طور پر نوعِ انسانی کو روکا ہے۔ چنانچہ ان آیاتِ مذکورہ بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے پیغمبر! نوعِ انسانی سے فرما دیجئے کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تمہارے لئے کیا کیا کام مقرر کئے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اللہ کے احکام بجا لاؤ۔ اور اپنی مرضی سے قاعدے اور ضابطے نہ بناؤ۔ قانون بنانا تمہارا کام نہیں یہ تو فقط اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا کام ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔

سب سے بڑا گناہ

دیکھو انسان کے لئے سب سے بڑی چیز جو حرام قرار دی گئی ہے اور جس کا ارتکاب یا مباح کر لینے کی وجہ سے اسے سخت سے سخت اور دردناک سزائیں دی جانے والی ہیں وہ یہ ہے کہ انسان خدا کے ساتھ اس کی ذات و صفات میں کسی دوسری چیز کو شریک کرے۔ خواہ وہ چیز از قسم نباتات، جمادات یا حیوانات ہو یا کسی اور نوع سے ہو اور چاہے ہم اسے دیکھ سکیں یا نہ دیکھ سکیں۔

یاد رکھو! اللہ کے نزدیک یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ کسی صورت میں بخشا نہیں جائے گا۔ قرآن عزیز اسے "ظلم" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔

اور اسے دل کا روگ کہہ کر پکارتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ چوری یا زنا جیسے افعالِ قبیحہ اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کے باوجود مسلمان — مسلمان رہیں۔ اور دولتِ ایمان سے بالکلیہ محروم نہ ہوں۔ اگرچہ خدا کے نزدیک وہ گنہگار اور سخت سزا کے مستوجب ہوں گے مگر یہ یقینی بات ہے کہ شرک کا وطیرہ اختیار کرنے کے بعد ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتے۔

برادرانِ اسلام! آج کل مسلمانوں پر دینی و دنیوی مصائب اور بلائیں جو آسمان سے نازل ہو رہی ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں رہے۔ ان کے دلوں میں شرک کا روگ اور غیر اللہ کا خوف داخل ہو چکا ہے۔ اکثر مسلمان سب سے بڑے ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ خدا کو فراموش کر کے اور اسے نکما جان کر چھوڑ بیٹھے ہیں۔ خدا کی ذات پر کامل اعتماد اور عظیم تصورات کے دلوں رخصت ہو چکا ہے اور دوسروں کے در پر ماتھے رگڑ رہے ہیں۔ انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا ہے اور خدا انہیں چھوڑ بیٹھا ہے۔ نتیجۃً ذلت و نامرادی سے دوچار ہیں اور زندگی کے ہر میدان میں ناکامی کا منہ دیکھ رہے ہیں — آہ! کس قدر دردناک اور الم انگیز منظر ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ مسلمانو! تم لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہو۔ تمہارا کام نیکی کو عام کرنا اور لوگوں کو برائیوں سے روکنا ہے۔ اور تم کارِ نبوت کو جاری رکھنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو — تم لوگوں میں اس بات کا اعلان کرو کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین سے بدسلوکی کرنا، اولاد کو تنگدستی یا رزق کی کمی کے خوف سے مار دینا اور بیحیائی کے کام چوری چھپے ہوں یا علانیہ تم پر حرام کر دئے گئے ہیں — نیز یتیموں کا مال ناحق کھانا، ماپ تول میں کمی کرنا، بے انصافی کرنا اور اقرار و وعدہ کو پورا نہ کرنا یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ اور اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی ہیں۔ مگر آج کا مسلمان دوسروں کو تبلیغ کرے گا جبکہ وہ خود اللہ کے حلال اور حرام کو حرام نہیں سمجھتا۔ آج مسلمانوں کے اکثر و بیشتر وہ افراد ہیں جو بُت پرست عربوں کو، گوسالہ پرست یہودیوں کو، ستارہ پرست صابیوں کو اور اوہام پرست ہندوؤں کو مات کئے ہوئے ہیں — وہ دوسروں کو کس منہ سے توحید کی طرف بلائیں جبکہ وہ خود اس سے کوسوں دور ہیں۔

والدین کے ساتھ بدسلوکی

توحید کے بعد والدین سے حسن سلوک کے معاملہ میں جس قدر آج کے مسلمان کورے ہیں وہ بھی ایک دردبھری کہانی ہے — بے ادبی، بے پرواہی، نافرمانی ایذا دہی اور بڑھاپے میں والدین سے سرکشی و انکار۔ میں جس قدر آج کل کا نام نہاد مسلمان بے باک ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

غرض ظاہر و باطن کی بے حیائیوں، زناکاری، عریانی، بے غیرتی، جھوٹ، مکر و ریا، غیبت گوئی اور فتنہ و فساد میں آج کل کا مسلمان اپنا جواب آپ ہے — قاتل اور غارت گر اکثر آج کل کے مسلمان ہی ہیں — یتیموں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے والے، اُن کا مال لوٹنے کھسوٹنے والے، عدالتوں میں ہیرا پھیری اور حیرت افزا کمی بیشی کرنے والے، مسندِ عدالت پر بیٹھ کر عدل و انصاف کا خون کرنے والے اگر موجود ہیں تو مسلمان ہیں۔

المختصر انسانی شقاوت کی وہ کون سی بنیادی برائیاں ہیں جو آج کل کے مسلمانوں میں موجود نہیں؟ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کا احکام کا مذاق یہ اڑاتے ہیں، بزرگانِ دین کی تعلیمات سے یہ منحرف ہیں، اسلاف کا طرزِ عمل انہوں نے چھوڑ دیا ہے اور حقیقت راستی کے جادے سے یہ بھٹک چکے ہیں۔

پس اے برادرانِ عزیز! کیا آج کل کے مسلمان کی وہی حالت نہیں جو گذشتہ نافرمان قوموں کی تھی اور جن کی غلط کاریوں کے سبب سے آسمانی بلائیں، جسمانی وبائیں اور ذلت و ادبار کی گھٹائیں چھا گئی تھیں۔ اور منصبِ امارت و امامت اُن سے چھن گیا تھا؟ اگر آج ہم ویسے ہی نافرمان ہیں جیسے وہ تھے، اگر ہم آج ویسے ہی بزدل ہیں جیسے وہ تھے، اگر آج ہم ویسے ہی بدمعاش و عیاش ہیں جیسے وہ تھے تو پھر کیونکر ہم دنیا میں سربلند و سرافراز اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں اور کس طرح دوسروں کو نیک عمل کی طرف بلا سکتے ہیں اور کیونکر اسلام کی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔

اے برادرانِ اسلام! یہ وقت اسلام پر نہایت ہی کٹھن ہے — آؤ! اللہ کو صدق دل سے مان لو! جیو تو اس کے دین کی خاطر اور مرو تو فقط اُسی کی راہ میں — اس ذاتِ باری سے پختہ وعدہ کر لو کہ ہم تیرے سارے حکم بے چون و چرا مانیں گے۔ تیرے پیارے حبیب، امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر جی جان نچھاور کریں گے اور جب تک زندہ ہیں تیرے مقبول اور برگزیدہ بندوں کی راہ پر چلتے رہیں گے۔

یاد رکھئے! یہ احکام آپ کو اس لئے سنائے جا رہے ہیں کہ تمہیں اللہ سے کیا فائدہ ہوا وعدہ یاد آ جائے اور تم مومنِ قانت اور مسلم کامل بن جاؤ — حکم سنانے سے فقط یہی مقصود ہے کہ تم پر اللہ تعالےٰ کا سیدھا راستہ واضح ہو جائے اور تم خداوند قدوس کی قائم کردہ راہ سے بھٹکنے نہ پاؤ۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے اور تادمِ زیست قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

وما علینا الا البلاغ

حضرت افغانی ملائیشیا روانہ ہو گئے

جامعہ اسلامیہ سٹوڈنٹس یونین کے سینئر کیبنٹ ممبر جاوید ابراہیم پراچہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی ملائیشیا کی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے ۱۵ اپریل کو روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ اس کانفرنس میں پاکستان کی طرف سے نمائندگی کریں گے۔ (جاوید ابراہیم پراچہ کوہاٹی)

محبتِ الٰہیہ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم ۱۴؍ مارچ ۱۹۶۹ء کو بوجہ ناسازیٔ طبع خطبۂ جمعہ ارشاد نہ فرما سکے۔ جامع شیرانوالہ میں حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب نے جمعہ پڑھایا۔ آپ کی تقریر کا قلمی عکس پیشِ خدمت ہے۔ (محمد عثمان غنی بی۔ اے)

خطبۂ مسنونہ کے بعد —— اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط (پ۲ س البقرہ ع آیت ۱۶۵)

ترجمہ:- اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

عظمتِ مسندِ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

عزیزانِ محترم! دوستو، بزرگو اور بھائیو! کچھ دیر پہلے مجھے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا حکم پہنچا کہ علالتِ طبع کی وجہ سے حضرت جمعہ نہیں پڑھا سکیں گے، اس لئے میں آکر کے یہاں جمعہ پڑھاؤں۔ باہر کا کوئی پروگرام تھا، طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے وہ پروگرام چھوڑ کر کے حضرت واپس لاہور پہنچے اور طبیعت مبارک ناساز تھی، اس واسطے پھر مجھے حکم دیا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اس سے چند جمعے پہلے بھی یہ بات عرض کی تھی کہ ہمیں اس جگہ آتے ہوئے، اس مقام پر بیٹھ کر کے کچھ کہتے ہوئے بڑا ڈر لگتا ہے کہ بالیقین مجھ جیسا آدمی اس کا اہل نہیں ہے۔ ہمارے لئے اس دربار کی جاروب کشی ہی باعثِ عزت اور باعثِ سعادت ہے، لیکن اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ کے تحت جب حضرت ارشاد فرما دیں تو مجالِ عذر کہاں؟ یہاں حاضر ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہی کے ارشاد کی برکت سے مجھے چند کلماتِ خیر کہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اسلام کا خلاصہ

دوستو اور بزرگو! میری معروضات کا خلاصہ تو یہ ہے کہ اسلام کا خلاصہ، اسلامی احکامات کا خلاصہ، پیغامِ محبت ہے —— اور محبت کس کی؟ اللہ ربّ العزت کی —— یہ اسلام کی ساری تعلیمات کا، قرآن مجید کا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خلاصہ ہے کہ انسان کو اللہ سے محبت ہونی چاہیئے۔ اور کس درجے میں ہونی چاہیئے؟ اُس کو اس آیتِ کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے بیان فرمایا کہ اس درجے میں ہونی چاہیئے کہ جیسی محبت اللہ کے ساتھ ہو، کسی کے ساتھ بھی نہ ہو۔ اہل ایمان کے لئے اللہ کے ساتھ جو محبت ہو اس طرح کی محبت، ایسی محبت، کسی بھی چیز کے ساتھ نہ ہو۔ یعنی یوں تو کئی اشیاء سے انسان کو دنیا میں محبت ہوتی ہے، ہو سکتی ہے، لیکن فرمایا ان سب میں زیادہ سے زیادہ محبت جو ہو وہ اللہ کی ذات کے ساتھ ہو۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اہل ایمان کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اللہ کی ذات کے ساتھ۔ البتہ غفلت ہوتی ہے، کاہلی، غفلت، سستی، ایسی چیزیں ضرور ہوتی ہیں کہ جن کی وجہ سے اُس محبت پر پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب کسی اللہ والے کے ہاں آدمی پہنچتا ہے، اس کی تعلیمات کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور اندر جو حقیقتِ محبتِ الٰہی موجود ہوتی ہے وہ چمک اٹھتی ہے۔

بزرگ کی نگاہ نے غفلت کا پردہ سرکا دیا —— ایک عجیب واقعہ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس مبارک میں اس حدیث شریف کو بیان فرما رہے تھے کہ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی آدمی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کی ساری مخلوق میں، سب سے زیادہ محبوب مجھ کو نہ سمجھے —— یعنی مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب کس کو سمجھے گا؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو —— اُس وقت تک وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ تو لکھا ہے کہ ایک شخص تھے، زار و قطار رونے لگے۔ قریب ہوئے حضرتؒ کے اور عرض کرنے لگے کہ "حضرت! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا ہے تو بالکل ٹھیک ہے، صحیح فرمایا ہے، آپؐ کی تو کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ آپؐ کی بات صحیح ہے، مجھ میں تو ایمان نہیں ہے" —— فرمایا "کیوں؟ خیر تو ہے؟ کیا بات ہے؟" تو عرض کرنے لگے "حضرت! حدیث شریف کا مضمون آپ نے یہ فرمایا مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ط —— حالانکہ جتنی محبت مجھے والد کے ساتھ ہے، اتنی شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوگی، اس لئے کہ والد کی خدمت کرتا ہوں، محنت کر کے کما کے لاتا ہوں، اس کے سامنے لا کر رکھ دیتا ہوں، شب و روز اُس کی خدمت تواضع میں لگا رہتا ہوں، اتنا وقت تو میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں یا آپؐ کے دین کے لئے کبھی نہیں دیا، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میرے اندر ایمان نہیں ہے۔" حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "اچھا بھائی! خاموشی سے بیٹھ جاؤ، بات سنتے رہو" —— اُس وقت جواب نہ دیا، وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ حضرتؒ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرماتے رہے اور اُسی میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب اور آپؐ کے کمالات کا بیان شروع کیا۔ جوں جوں حضرتؒ کا بیان بڑھتا گیا، وہ آدمی آگے آگے بڑھتا گیا، اور حضرتؒ کے قریب آکر بڑی توجہ سے کان لگا کر کے سننے لگا —— اہل اللہ کی باتوں میں گو لفظوں کی چاشنی تو نہیں ہوتی، جملوں کی چاشنی تو نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ کلام معنویت سے بھرپور ہوتا ہے، لہٰذا بالکل ٹھیک روح پر اور دل پر جا کے اثر کرتا ہے، اور آپ حضرات سے زیادہ اس حقیقت کو کون جانتا ہے؟ اس منبر سے جو آواز بلند ہوتی ہے اور ہوتی رہی، قطبِ زماں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی، کہ جس نے ایک دفعہ تقریر سُن لی، ایک دفعہ درس سُن لیا، برسوں کی غفلت کے پردے اٹھ گئے —— کوئی بڑی لفاظی نہیں ہوا کرتی تھی، یہ اثرات لفاظی سے مرتب ہی نہیں ہوتے، جملوں کے حُسن سے مرتب ہی نہیں ہوتے، یہ اثر تو دل کے نور سے مرتب ہوتا ہے —— از دل خیزد، بر دل ریزد —— تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جتنا جتنا اپنا بیان بڑھایا، وہ صاحب اور آگے بڑھتے رہے۔ اب درمیان میں حضرتؒ نے اپنے بیان کو منقطع فرمایا اور کہنے لگے کہ "بھائی! میرا خیال یہ ہے کہ یہ بیان تو بعد میں ہو جائے گا، آپ کے والد صاحب کا کوئی واقعہ بیان ہونا چاہیئے" —— اُس نے کہا "حضرت! میرے والد صاحب کا کوئی واقعہ؟ —— رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان چھوڑ کر کے میرے والد صاحب کا واقعہ؟ —— حضرت! کیا فرمایا آپ نے؟" —— فرمایا "بھائی! تیرے والد صاحب آخر بڑے آدمی ہیں" —— کہ "حضرت! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا حیثیت میرے والد کی؟" —— فرمایا "تو تو ابھی کہہ رہا تھا کہ والد سے محبت زیادہ ہے" —— اب پتہ چل گیا کہ والد سے محبت نہیں ہے، محبت ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، بس وہ غفلت کا پردہ پڑا ہوا تھا، بزرگ کی نگاہ نے اُس پردے کو سرکایا، حقیقت واضح ہو گئی۔

اہلِ ایمان کی محبت کا درجہ

اسی طرح میرے دوستو اور بزرگو! حقیقت میں اہل ایمان کے قلب میں اللہ کی جو محبت ہے وہ کسی چیز کی نہیں ہے۔ البتہ اُس میں کوتاہی ہوتی ہے بداعمالیوں کی وجہ سے کہ وہ پردہ اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ اہل اللہ کے پاس نہ جائے، اللہ والوں کے پاس نہ پہنچے، اللہ کا کلام

نہ پڑھا، نماز نہ پڑھی، تو ان چیزوں سے غفلت کے پردے پڑتے رہتے ہیں۔ لیکن جونہی آدمی ان اسباب کے قریب آتا ہے، اللہ والوں کی مجلس میں آیا، قرآن پڑھنا شروع کیا، نماز پڑھنا شروع کی، روزے رکھنے شروع کئے، تو وہ غفلت کے پردے اٹھتے چلے گئے اور اس کی نگاہ میں اب اللہ رب العالمین کی وہ عزت ہے اور وہ محبت ہے کہ کائنات کی کسی چیز کی نہیں۔ عملاً اُس کا ثبوت دیتا ہے۔ تو اہل ایمان کی کیفیت کو بھی اللہ نے بیان فرمایا اور اُن کے دل کی حالت کو بھی اللہ نے بیان فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط۔ اہل ایمان کے قلوب میں سب سے زیادہ قوی محبت اللہ رب العزت کی ہوگی۔ اور شریعت کا جتنا نظام بھی آپ دیکھیں گے، میرے دوستو! سب میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ بندوں کے دل میں میری محبت ہو۔

قرآن کریم کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے

یہ قرآن حکیم جو آپ پڑھتے ہیں، اگر قرآن حکیم صرف دستور کی کتاب ہوتی، صرف آئین کی کتاب ہوتی، تو دنیا کے اندر آپ دیکھتے ہیں کہ صرف دستور اور آئین کی کتاب کی کوئی تلاوت نہیں کرتا، "تعزیرات پاکستان" کو کبھی آپ نے یہ نہ دیکھا ہوگا کہ کوئی کھول کر کے اس کی تلاوت کر رہا ہو اور ساتھ ساتھ زار و قطار رو رہا ہو، "کیوں جی؟" "کہ مجھے اس کتاب کے ساتھ محبت ہے" ــــ یہ بات کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ نہ کوئی اس کا مطالعہ کرتا ہے، صرف آئین کے سمجھنے کے لئے کوئی اس کو دیکھتا ہے۔ لیکن قرآن مقدس، اس کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اسی لئے کہ اس کی تلاوت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

ایک انگریز کا اعترافِ حقیقت

ایک انگریز نے اپنے اسلام کا باعث اور سبب یہ لکھا کہ جب میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ واقعہ دیکھا کہ ایک دفعہ ایک صحابی آدھی رات کے وقت مسجد نبوی کے قریب سے گزرے، وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں، وہ تنہا مسجد میں کھڑے ہیں، اندھیرے کے اندر، اور وہ قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے ہیں، صحابی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں کچھ سن کے جاؤں، میرے قدم رک گئے، لیکن اُس آواز میں وہ سوز و گداز تھا اور وہ ولولہ تھا، وہ کشش تھی، وہ درد تھا کہ میں وہاں کھڑا نہ رہ سکا، مجھے اور آگے آنا پڑا۔ میں اور آگے آیا اور پوری طرح مجھے صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ پڑھنے والے پڑھ بھی رہے تھے اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ بے قرار رو بھی رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رونے کے ساتھ ساتھ قلب سے ایسی آواز بھی اٹھتی تھی عشق الٰہی کی جس طرح ہنڈیا کے نیچے تیز آگ جل رہی ہو اور پانی کھولنے کی جو آواز آتی ہے، مجھے اُس پڑھنے والے کے قلب کی اس طرح ساتھ آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ ساری دنیا سوئی ہوئی ہے، اس طرح عشق و محبت کے ساتھ اللہ کی کلام کو تلاوت کرنے والا، یہ کون انسان ہے؟ میں نے آگے بڑھ کر جو دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ تو وہ انگریز یہ لکھتا ہے کہ مجھے یہ واقعہ پڑھ کر کے یقین آیا کہ یہ اللہ ہی کی کتاب ہے اور یہ بات کہنا غلط ہے کہ انہوں نے خود ہی تصنیف کی تھی۔ اس واسطے کہ کوئی آدمی جعلی طور پر کوئی کتاب کسی کی طرف منسوب کرے اور پھر تنہائیوں کے اندر اور اندھیروں کے اندر اُسے پڑھ پڑھ کے روئے، یہ ہو نہیں سکتا۔ یقینی بات ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔

قرآن سُن کر ایمان والی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جتنا بھی نظام اسلام ہے، جتنے احکامات اسلام ہیں، سب کے اندر حقیقت یہی ہے کہ اس سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی قرآن پڑھے گا، وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (پ س المائدہ آیت ۸۳) فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو بعض آنکھوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ آنسوؤں سے بہتی چلی جا رہی ہیں۔ تو قرآن سُن کر کے رونا اور پڑھ کر کے رونا، یہ صرف محض آئینی اور دستوری کتاب کا اثر تو نہیں ہے۔ اس کی تلاوت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے!

محبوب سے منسوب ہر چیز قابلِ محبت ہے

اسی طرح آپ روزہ رکھتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ محبوب کی یاد جب بڑھ جاتی ہے تو محب صادق اُس کی یاد میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ آپ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں تو اس کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ محبت جب اور بڑھ جاتی ہے تو دنیاوی تعلقات کو محبوب کی یاد کے لئے آدمی منقطع کر دیتا ہے۔ آپ حج کو سامنے رکھیں گے تو اس سے زیادہ حقیقت کیا سامنے آئے گی کہ عاشق صادق کی محبت جب بڑھتی ہے تو وہ اپنے محبوب کا گھر تلاش کرتا ہے اور جب پہنچتا ہے اُس کے دروازے پر تو کیفیت اُس کی دیوانوں جیسی ہوتی ہے ــــ اب بیت اللہ کو جو لوگ جاتے ہیں حج کرنے کے لئے اور جن لوگوں نے حج کیا ہوا ہے وہ بھی جانتے ہیں (اللہ مجھے اور آپ سب کو اپنے گھر کی زیارت بار بار نصیب فرمائے) کہ وہاں بالکل عاشق عاشقانہ صورت بنا کر کے، مجنوں اور دیوانوں کی صورت بنا کر کے جاتے ہیں۔ فرمایا، سِلے ہوئے کپڑے اتار دو کہ تم کپڑوں کے متوالے نہیں ہو۔ کپڑوں کے عاشق نہیں ہو، حجامت تمہاری بڑھ رہی ہے، بڑھنے دو، کہ تم جسم کی پالش کے عاشق نہیں ہو کہ جسم پالش ہوتا رہے، خوبصورت رہے، بال بڑھ رہے ہیں بڑھنے دو، ناخن بڑھ رہے ہیں بڑھنے دو، میل کچیل جمی ہوئی ہے، ایسے ہی رہنے دو، وہ ایک احرام زیب تن کر کے جب آؤ تو کیا لفظ تمہاری زبان پر ہو؟ اور کیا رنگ تمہارا ہو؟ جب میرے گھر کو دیکھو تو پروانہ جس طرح شمع کے گرد چکر لگاتا ہے تمہاری زبان پر بھی لَبَّيْكَ ط اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ط اے میرے اللہ! اے میرے محبوب حقیقی! میں بار بار تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور جس طرح پروانہ شمع کے گرد چکر کاٹتا ہے، تم بھی چکر کاٹو، کہیں پتھروں کو چومو، کہیں کونوں کو چومو، کہیں جھک جاؤ، کہیں سجدے کرو، تڑپو اور پھڑکو میری بارگاہ میں۔

کعبۃ اللہ کی عظمت

تو جتنے بھی میرے دوستو احکامات اسلام ہیں، سب کی روح یہی ہے کہ اللہ کی محبت ہمارے دل میں پیدا ہو۔ اس واسطے فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط اہل ایمان سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں اللہ کی ذات کے ساتھ۔ پھر جس چیز کی نسبت اللہ کے ذات کے ساتھ ہو جائے گی اُس چیز کی محبت ہوگی۔ بیت اللہ، اللہ کا گھر۔ اب کتنی محبت ہے اس نسبت کی وجہ سے؟ ورنہ کوٹھے، عظیم الشان قسم کی کوٹھیاں، بڑے بڑے محلات، بڑے بڑے قصر دنیا میں موجود ہیں، لیکن اس نسبت کی وجہ سے اہل ایمان کو جو بیت اللہ سے محبت ہے دنیا کے کسی مکان سے ہو سکتی ہے؟ اور اللہ آپ کو دکھلائے، جنہوں نے دیکھا ہے وہ یہ مزا جانتے ہیں کہ پہلی نگاہ جب بیت اللہ پر پڑتی ہے تو دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ اور جب آخری طواف، طواف وداع جب لوگ کرتے ہیں، اُس وقت کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں وہاں حاجی صاحبان بھی تھے یعنی بغیر پوچھنے کے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ طواف وداع کر رہے ہیں۔ اس بے چینی کا مظاہرہ ہوتا ہے، اس بیقراری کا اظہار ہوتا ہے کہ خود بخود معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ طوافِ وداع کر رہے ہیں۔

ایک عاشق کی جاں سپاری کا واقعہ

اور کچھ لوگوں کی حالت تو یوں سننے میں آئی کہ بیت اللہ کو دیکھا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک صاحب تھے، معلم نے جب اُس مقام پر کھڑا کیا اور تمام حاجیوں کو بتایا کہ یہ بیت اللہ ہے جس کی طرف تم منہ کر کے نماز پڑھتے رہتے تھے کہ منہ طرف خانہ کعبہ کی، یہ ہے وہ بیت اللہ، تو ایک صاحب تھے، انہوں نے معلم سے کہا کہ "یہ بیت اللہ ہے؟" کہا "ہاں یہی بیت اللہ ہے"، نظر بھر کے بیت اللہ کو دیکھا اور پھر بلند آواز سے ایک شعر پڑھا، کہنے لگے ؎

چوں رسی بکوئے دلبر بسپار جانِ مضطر
کہ مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا

مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ جب تو اپنے دلبر کے مقام پر، محبوب حقیقی کے مقام پر، دروازے پر پہنچ چکا ہے، اب اچھی بات یہ ہے کہ اپنی بیقرار جان اس کے سپرد کر دے کہ اس آرزو اور تمنا کے ساتھ پتہ نہیں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

کتنا عظیم تھا وہ معاشرہ

عبد الہادی، لاہور

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۝

(پ ۳ - س آل عمران ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے، تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔"

کتنا عظیم تھا وہ معاشرہ — جس کی اساس خدا کے آخری پیغمبر اور محسن انسانیت کے ہاتھوں قرآن کے لازوال اصولوں پر رکھی گئی تھی اور جہاں فضیلت و برتری کا معیار حسب و نسب جاہ و حشمت اور مال و دولت نہیں، تقویٰ تھا۔ اخلاقی و معاشرتی اقدار میں خدا کے سامنے جوابدہی کا عنصر غالب تھا اور یہی باعث ہے کہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ تھا — اسلامی تاریخ اسی عظیم معاشرہ کی عظیم روایات کی آئینہ دار ہے۔ یہ روایات ہمارے لئے قیمتی سرمایہ ہیں اور عظمت کا باعث بھی۔ آج کے سائنسی دور میں بھی امن و آشتی اور انسانیت کی فلاح — اس عظیم انسان کے لائے ہوئے خدا کے آخری پیغام کو عمل میں لائے بغیر ممکن نہیں۔ ذیل میں اسلاف کی جو روایات پیش خدمت ہیں اس عظیم معاشرہ کا عکس ہیں۔ یہ زندۂ جاوید روایات بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ ہیں اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ہی نجات کا راز مضمر ہے۔

حق کیسے ادا ہو؟

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ۝ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ۝ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۳)

"اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو، اور ان سے ادب سے بات کرو، اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو، اور کہو، اے میرے رب! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔"

قرآن کریم کی متذکرہ آیات اس حقیقت کی طرف راہنمائی کرتی ہیں کہ اسلامی معاشرے میں والدین کے حقوق کا تعین کس قدر ادب و احترام پر منحصر ہے، ذیل کا واقعہ اس کی عملی تفسیر ہے۔

ایک مرتبہ محسن انسانیت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ کے ایک صحابیؓ آئے اور کہنے لگے "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ بے حد بوڑھے ہو چکے ہیں۔ میں ہر طرح سے ان کی خدمت کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ بستر پہ ہی کھلاتا پلاتا ہوں۔ وہ رفع حاجت بھی وہیں کرتے ہیں۔ پھر میں انہیں صاف کرتا ہوں، نئے کپڑے پہناتا ہوں" بالکل اسی طرح جیسے وہ بچپن میں مجھے پالتے تھے۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں نے حق ادا کر دیا؟" آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فیصلہ کن لہجے میں فرمایا۔ "بچپن میں تجھے پالتے وقت وہ تیری حیات کی تمنا کرتے تھے اور آج تو ان کی خدمت کرتے ہوئے موت کے انتظار میں ہے کہ کب مرتے ہیں، بھلا حق کیسے ادا ہوا؟"

عفو و درگذر انتقام سے بہتر ہے

سیرت النبیؐ (شبلی نعمانیؒ) میں مذکور ہے کہ "انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے زیادہ کمیاب اور نادر الوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگذر ہے لیکن حامل وحی و نبوت کی ذات اقدس میں یہ جنس فراوان تھی۔ دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی فرض ہے لیکن اخلاق کے دائرۂ شریعت میں آ کر یہ فرضیت مکروہ تحریمی بن جاتی ہے۔ تمام روائتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا بجز اس صورت کے کہ اس نے احکام الٰہی کی تفضیح کی ہو۔"

فتح مکہ کے موقع پر خدا کے پیغمبرؐ اور رحمت دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

"جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اس کے لئے امن ہے"

"ابو سفیانؓ کے گھر چلا جائے اُسے بھی امن ہے۔"

"اپنے گھر کے دروازے بند کر لے وہ بھی امن میں ہے۔"

عکرمہ بن ابو جہل اس واشگاف اعلان سے پیشتر ہی راہ فرار اختیار کر چکے تھے وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے۔ اسلام کے فدائیوں کو ہر ممکن ایذا دینا ان کی زندگی کا مقصد بن چکا تھا، اور اب اس بات سے خائف تھے کہ ان کے اعمال کے باعث کیا سلوک ہوگا۔ وہ اپنی منزل — یمن کی طرف رواں دواں تھے۔

عکرمہ کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام کو خاوند کے مفرور ہونے کا علم ہو چکا تھا۔ خدا کے پیغمبرؐ کے متذکرہ اعلان کے پیش نظر خاوند کی اس طرح فرارگی کا بے حد افسوس ہوا وہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچی۔ عکرمہ کے فرار ہونے کا تذکرہ کیا اور ان کے لئے امن کی درخواست کی۔ آپؐ نے عکرمہ کو امن دے دیا۔ وہ یمن گئیں۔ اور عکرمہ کو

تسلی دی، ان کو مسلمان کیا اور خدمت اقدس میں لے جا کر حاضر ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جب ان پر پڑی تو فرطِ مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:- "مرحبا بالراکب المہاجر" اے ہجرت کرنے والے سوار! تمہارا آنا مبارک ہو"

قرض ادا کر دیا

زید بن سعنہ جس زمانہ میں یہودی تھے، یمن میں کاروبار کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ قرض لیا۔ قرض کی میعاد ختم ہونے میں کچھ دن باقی تھے کہ تقاضے کو آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچی اور سخت سست کہا۔ "عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یوں ہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو" حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "دشمنِ خدا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا۔ "عمرؓ! مجھ کو تم سے کچھ اور امید تھی۔ اس کو سمجھانا چاہئے تھا کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے کہنا چاہئے تھا کہ میں اس کا قرضہ ادا کر دوں" یہ فرما کر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا۔ کہ "قرضہ ادا کر کے بیس صاع کھجور کے اور زیادہ دے دو۔" (ماخوذ از سیرت النبیؐ)

رعایا کی خبر گیری خلیفہ کا کام ہے

اسلام نے اقتدار کو امانت قرار دیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ جن اصحاب کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی، وہ اقتدار کو پا کر گرانباری کا مجسم بن گئے۔ اسلامی تاریخ ایسے ان گنت واقعات سے لبریز ہے۔ جب مسندِ اقتدار پر فائز بڑے بڑے سلاطین بھی خدا کے خوف سے کانپ اٹھتے تھے۔

آدھی رات بیت چکی تھی۔ مدینہ شہر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ گشت کر رہے تھے۔ اچانک ایک مکان سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ رک گئے اور آواز کو بخوبی سننے کی کوشش کی۔ کوئی معصوم بلک بلک کر رو رہا تھا۔ آپ نے دروازے پر دستک دی۔ کچھ لمحوں بعد ایک عورت باہر آئی۔ اس کے چہرے پر غم و آلام کے آثار صاف دکھائی دیتے تھے۔

"اتنی رات گئے یہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟" حضرت عمرؓ نے دریافت کیا۔

عورت نے درشت لہجے میں جواب دیا: "آپ چلے جائیں، بھلا آپ کو اس سے کیا واسطہ؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "نہیں آپ ضرور بتائیں۔ شاید میں آپ کے کام آ سکوں۔"

غریب عورت نے چند لمحے خلیفہ کی جانب دیکھا اور درد انگیز لہجہ میں کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ چند روز سے بھوکے ہیں۔ میں تو صبر کر سکتی ہوں لیکن یہ معصوم بھلا کیوں کر سکون سے رہ سکتا ہے۔ خلیفۂ وقت نے وظیفہ کی حد مقرر کر دی ہے۔ اگر وظیفہ ہی مل جاتا تو بآسانی گذارہ ہو جاتا۔ وظیفہ کے لئے تو ابھی اور انتظار کرنا پڑے گا۔"

حضرت عمرؓ نے ہمدردانہ لہجے میں فرمایا۔ "کیا آپ نے خلیفہ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا ہے؟ بھلا انہیں اس بات کی کیونکر خبر ہو سکتی ہے۔ بہتر تھا کہ آپ انہیں اپنے حالات سے ضرور باخبر کرتے۔"

غریب عورت نے قدرے توقف کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "رعایا کے حالات کی خبرگیری کرنا خلیفہ کا کام ہے۔ اگر وہ اس فرض سے احسن طریقے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں۔ ہم کسی اور کو اپنا امیر منتخب کر لیں گے۔ قیامت کے دن عمرؓ کا گریبان ہوگا اور میرا ہاتھ۔"

خدا کا خوف حضرت عمرؓ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا یہ سن کر کانپ اٹھے۔ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے فوراً لوٹے اور کھانے پینے کا سامان خود اٹھا کر اس عورت کے گھر پہنچا آئے۔ خالقِ حقیقی کی عدالت میں پیشی کا تصور اس قدر غالب تھا کہ دوسرے ہی روز اعلان کر دیا کہ ہر مسلمان کے بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ جاری کر دیا جائے۔

نمازِ عشق ادا ہوتی ہے

بدر کے معرکۂ حق و باطل میں کفار بے پناہ جانی و مالی نقصان سے دوچار ہوئے تھے۔ یہی فیصلہ کن شکست آئندہ غزوات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ وہ اس عبرتناک شکست کا بدلہ چکانے کی فکر میں تھے۔ اسلام کی روز بروز ترقی انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور مدینہ کے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ان کی نگاہ میں کھٹکتی تھی۔ علاوہ ازیں مدینہ کے یہودیوں اور عیسائیوں سے ان کی سازباز تھی اور ان کی مدد سے وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے یہ وہ حالات تھے جن کی موجودگی میں کسی وقت بھی کفار کی جانب سے جارحانہ حملے کا خدشہ تھا۔ چنانچہ یہ ضروری تھا کہ کفار کی ریشہ دوانیوں کے باعث ان پر کڑی نظر رکھی جائے اور ان کے مذموم عزائم سے باخبر رکھا جائے۔ ان نازک صورتِ حالات کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصمؓ بن ثابت کی سرکردگی میں دس افراد پر مشتمل مجاہدین کی جو جماعت کفارِ مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجی، ان میں حضرت خبیبؓ بن عدی جیسے جلیل القدر صحابی بھی شامل تھے۔ حضرت خبیبؓ مجاہدینِ اسلام کی صفِ اول میں شامل تھے اور بدر کے فیصلہ کن معرکہ میں جوہرِ شجاعت دکھا چکے تھے۔ حق و باطل کی اس آویزش میں دشمن اسلام حارث بن عامر انہی کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا تھا۔ اسلام کے یہ سپاہی اپنے مشن کا آغاز ہی کر پائے تھے کہ قبیلہ لحیان کے سو سے زائد تیراندازوں کے نرغے میں آ گئے۔ ابتلاء و آزمائش کی اس نازک گھڑی میں بھی مجاہدین مطلق نہیں گھبرائے بلکہ آبلہ پائیوں اور جسم فگاریوں کا یہ نیا موقع پا کر ان کے چہرے

(باقی ص ۱۸ پر)

ملک کے معاشی مشکلات اسلام کی نظر میں

(قاضی عبدالکریم امیر جمعیۃ علماء اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان ڈویژن)

حامداً و مصلیاً۔ اما بعد۔ ظلم و عدوان ذخیرہ اندوزی اور زر پرستی کے اس سیاہ دور نے معاش انسانی کو تباہی کے کنارے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ روٹی روٹی کے نعروں سے کان بھرے ہوئے جا رہے ہیں اور مرض الجوع کی ہلاکت آفرینیوں نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ وقت کے قارون نہ صرف یہ کہ ننگِ انسانیت ثابت ہو رہے ہیں بلکہ خدابیزاری، مذہب دشمنی، اسلام کش پالیسیوں اور خلافِ اسلام ازموں کو بھی یہی لوگ جنم دے رہے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جس طرح اسلام کا نظریاتی، عباداتی، اور اخلاقی پہلو دنیا سے اپنا لوہا منوا چکی ہے اور جس طرح کہ اسلام کا تعزیراتی نظام امن عالم کا واحد ضامن ہے بالکل اسی طرح معاشی مشکلات کا سب سے بہتر اور کامیاب حل بھی صرف اسلام ہی نے پیش کیا ہے۔ دورِ نبوت، زمانۂ خلافت حتٰی کہ صالح اور عادل شاہانِ اسلام کے دور میں بھی آپ کو فقر و فاقہ سے عشق و محبت کرنے والے تو مل سکتے ہیں، لیکن جبری بھوک اور فاقہ مستی کے ہاتھوں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے والوں کی تعداد صفر کے برابر ملے گی۔ مارکس اور ماؤزے تنگ کی جنت میں بسنے والوں سے گذارش ہے کہ گلیڈسٹون اور چرچل کی جہنم سے نجات چاہتے ہو تو محمد عربی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لو لینن اور سٹالن کی نعت خوانی سے حسرت، یاس اور افسوس کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

اسلامی نظام میں روٹی کا مقام

تم سمجھتے ہو اسلامی نظام میں صرف قرآن و حدیث کی تعلیم کا انتظام ہوگا، نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے پر زور دیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ چور کا ہاتھ کاٹنے اور زانی کو سنگسار کرنے کا قانون بنا دیا جائے گا، لیکن پیٹ کا دوزخ ویسے کا ویسے خالی ہی رہے گا اور ہم یوں ہی عذاب الیم میں مبتلا رہیں گے ــ لیکن تم اچھی طرح سمجھ لو کہ واقعہ ایسا نہیں ہے تمہارے اس سوءِ ظن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، یہ لارڈ میکالے کی مہربانی ہے کہ اس نے ایک طرف لوگوں کو اعتماد علی اللہ کی دولت سے العیاذ باللہ محروم رکھا۔ اللہ جل ذکرہٗ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کرنے سے روکا اور دوسری طرف دینی تعلیمات سے کوسوں دور کر دیا۔ یاد رکھئے قرآن و حدیث کی رُو سے نہ صرف اسلامی ملک میں رہنے والے انسانوں کی بلکہ بلیوں اور کتوں تک کی روٹی کا انتظام اسلامی حکومت کے فرائض میں شمار کیا گیا ہے۔ پڑھئے اسلام کا زرعی نظام صـ ۱۵۵ میں سیدنا عمر فاروق رضؓ کا یہ دلدوز جملہ:۔

لو مات کلب علی شاطی الفرات جوعا لکان عمر مسئولا۔ "اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوک سے مر گیا (دارالخلافہ سے اتنا دور) تو بھی (مسلمانوں کا امیر) عمرؓ ذمہ دار ہے۔"

فرمایئے جس نظام میں کتے کے لئے روٹی کا انتظام ضروری قرار دیا گیا ہے کیا آپ کی روٹی کا انتظام اس کی ذمہ داری میں داخل نہیں ہوگا۔

انفرادی ملکیت کا ہوّا

انفرادی ملکیت کا نام سن کر پیٹ پرستوں کے اوسان خطا ہونے لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جب انفرادی ملکیت کو ثابت کیا گیا ہے یعنی عزت و آبرو اور جسم و جان کی طرح اسلام جب کسی کی ذاتی املاک و اموال کا بھی ضامن ہے تو بس اب ہماری خیر نہیں اور غریب مارا گیا۔ سنو ــ یہ بھی تمہاری بھول ہے۔ کہ اسلام میں انفرادی ملکیت کا ثبوت ضرور ہے اور بلاوجہ اس پر اٹھنے والا ہاتھ کٹنا ہی چاہئے۔ لیکن ذاتی اور انفرادی ملکیت کی یہ حفاظت اس وقت تک ہے جب تک وہ قومی اور اجتماعی زندگی پر اثرانداز نہ ہو۔ اگر کسی کے ذاتی اور انفرادی املاک سے دوسرے کو بلاوجہ ضرر پہنچے، جان کے لالے پڑنے لگ جائیں، عزت و آبرو محفوظ نہ رہ سکے تو ان املاک میں ہر قسم کی مداخلت کا حکومت اسلامیہ کو اختیار دیا گیا ہے۔ دو چار تصریحات بطور نمونہ عرض خدمت ہیں۔ کتاب اسلام میں زرعی نظام نے بحوالہ "الخراج لیحیٰ" سے نقل کیا ہے:۔

آبپاشی ایک شخص اپنی (ذاتی مملوکہ) زمین میں سے آبپاشی کے لئے پانی نہیں لے جانے دے رہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

لو لم اجد للماء مسیلاً الا علیٰ بطنك لاجریتہ "اگر پانی لے جانے کے لئے سوا تیرے پیٹ کے اور کوئی راستہ نہ ملے گا تو تیرے پیٹ کے اوپر سے بھی پانی لے جاؤں گا (یہ تو تیری زمین ہے)۔"

فرمایئے۔ خیرالقرون کے کسی مسلمان کے پاس جو زمین ہوگی وہ جائز اور حلال ہی ذریعہ سے تو اس کے ملک میں آئی ہوگی، اس کی ذاتی اور انفرادی ملکیت ثابت ہے لیکن جب وہ دوسرے کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ اور خلافت نے اس کو رفاہِ عامہ کے خلاف سمجھا تو اس کی ذاتی ملکیت کا کوئی خیال نہیں کیا۔ مداخلت کے لئے خود خلافت کا رفاہِ عامہ کے خلاف سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ اسلام میں انارکی اور خودسری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲۔ آب نوشی اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی اسلام سے گھبرانے والوں کو پڑھ لینا چاہئے کہ ایک مرتبہ کسی شخص کے کنوئیں پر

ایک قافلہ گزرا اس نے کنوئیں کے مالک سے ڈول اور رسّی مانگی۔ یاد رہے کہ ڈول اور رسّی اس کی ذاتی مِلک میں ہے۔ اس نے دینے سے انکار کیا۔ اصرار اور شدّتِ تشنگی کے اظہار کے باوجود بھی نہیں دیا۔ امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا:۔

ھلا وضعتم فیھم السلاح (تم نے ہتھیاروں سے اس کی سرکوبی کیوں نہیں کی)

کیا ایسے واقعات سے یہ سمجھ لینا مشکل ہے کہ اسلام میں ذاتی املاک کی حفاظت مجبور و مقہور کو ترسانے کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ صرف ان صورتوں تک محدود ہے کہ ذاتی اور انفرادی ملکیّت سے عین فطرت کے مطابق جذبات ابھر سکیں۔ اور فطری تفاوتِ مراتب برقرار رہ کر نظامِ عالم کا ذریعہ بن سکے۔

۳۔ تقسیم اموال شیخ الاسلام علامہ شمس الحق صاحب دامت برکاتہم اپنی کتاب "کمیونزم اور اسلام" کے ص۴۷ پر رقمطراز ہیں:۔

"ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے ہمراہ تین سو صحابہؓ تھے جن میں اکثر کے پاس توشہ ختم ہو چکا تھا آپ نے جن کے پاس زاد راہ تھا ان سے لے کر سب پر برابر تقسیم کیا اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ (گویا یہ فعل صرف حضرت ابو عبیدہ کا نہ رہا بلکہ اس پر حسب تصریح ابن حزمؒ صحابہؓ کا اجماع ہوگیا) اسی کتاب میں ہے کہ حضرت عمرؓ سے ابن حزمؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "مجھے جن حالات کا بعد میں علم ہوا اگر مجھے پہلے اس کا علم ہوتا تو میں دولت مندوں سے زائد اموال لے کر فقراء مہاجرین پر تقسیم کرتا"۔ حضرت افغانی مدظلہٗ نے لکھا ہے اس روایت کی سند نہایت صحیح اور جلیل الشان ہے۔ حالات جب معمول پر نہ ہوں۔ ایسے وقت اگر خلافت اسلامیہ کو شرعی اختیار نہیں تھا کہ وہ کسی کی ذاتی اور انفرادی ملکیّت میں مداخلت کر سکے تو سیدنا حضرت عمر فاروقؓ جیسی وقّاف لکتاب اللہ شخصیت کس طرح اس کی تمنّا اور خواہش فرماتے۔ حضرت افغانی مدظلہٗ نے آگے چل کر لکھا ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے فرمایا کہ جب میں نے اسٹالن کو آیت قل العفو کا ترجمہ سنایا تو وہ جوش میں آکر کہنے لگا کہ "اگر ہم پہلے اس سے واقف ہوتے تو ہمیں کمیونزم کی ضرورت نہ ہوتی"۔ حضرت افغانی نے تصریح کی ہے کہ ابن حزم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے نزدیک یہ ایک جبری قانون ہے (یعنی مالکوں کی رضامندی کے بغیر بھی خلافت اسلامیہ کو اختیار ہے کہ جب حالات معمول پر نہ ہوں تو وہ لوگوں کے ذاتی املاک میں مداخلت کرے۔

۴۔ اخذ اراضی یا منع اراضی جو ملک جہاد کر کے قبضہ میں لایا جائے اور عنوۃً اس کی فتح ہو تو اس کا مالِ غنیمت منقول یا غیر منقول مجاہدین کا حق ہے انہیں میں تقسیم کیا جائے گا ذاتی طور پر کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ ایک ذرّہ بھی تقسیم سے قبل لینا غلول اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔ لیکن حالات کا تقاضا ہو حالات معمول پر نہ ہوں ملک کی ضرورت کے پیشِ نظر خلیفۂ اسلام کو حق ہے کہ مجاہدین کی ان زمینوں کو ان میں تقسیم نہ کریں۔ اور ملکی ضرورت کے مطابق اس میں تصرّف کرے۔ عراق و شام کی زمینیں مصر کی زمین اور اس طرح کے بعض دوسرے علاقوں کی زمینیں ان حضرات کے نزدیک بھی جو عنوۃً ان کی فتح کے قائل ہیں۔ ایسے ہی ضرورت کے پیشِ نظر مجاہدین کو نہیں دی گئیں۔ پڑھئے اسلام کا زرعی نظام از ص۴۴ تا ص۶۲۔ بالخصوص اس میں قاضی امام ابو یوسفؒ کا تبصرہ اور امیرالمومنین عمر فاروقؓ کا یہ ارشاد "میرے سامنے عام مسلمانوں، کمزوروں، قرضداروں اور بعد کے مجاہدین کا معاملہ اور ان کا انتظام نہ ہوتا تو میں ضرور زمین تقسیم کر دینے کا حکم دیتا"۔ یہ زمینِ مصر کی بات ہے کہ حضرت زبیرؓ نے دلائل سے ثابت کر دیا تھا کہ یہ مجاہدین کا حق ہے اور ان ہی میں تقسیم کر دینا چاہئے۔ امیرالمومنینؓ نے ان کی دلیل کو رد نہیں فرمایا۔ بلکہ حالات کے تقاضا سے خلافت کی مداخلت کو اس میں جائز قرار دیا۔ اور اسی پر عمل ہو گیا۔

ان چند واقعات سے ہی ناظرین کرام نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہمیں اسلام سے گھبرانا نہیں چاہئے اور جس طرح اسلام کے دوسرے نظام دنیا سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں اس کا معاشیاتی نظام بھی تمام عیوب و نقائص سے منزہ طبقاتی کشمکش کی لعنت سے پاک اور دنیائے تجربہ میں کامیاب ترین نظام ثابت ہو چکا ہے۔

کمی ہے تو صرف اتنی کہ اس میں کارل مارکس اور ماوزے تنگ، لینن اور اسٹالن کے نظریات کے علی الرغم نہ خدا کا انکار ہے نہ مذہب سے بیر ہے۔ اخلاقِ عالیہ کی تکمیل ہے اور عین فطرت انسانیہ کے مطابق ذاتی اور انفرادی ملکیت کی اس حد تک اجازت ہے جس سے قومی زندگی متاثر نہ ہو انارکی اور لاقانونیت سے ضد ہے۔ اور جب تک حالات معمول پر نہ ہوں تو جائز ورثاء کے لئے پس انداز کی بھی اجازت ہے تاکہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا ذکر خیر جاری و ساری رہے۔ اس سے چڑ ہے تو یہ فطرت کا مقابلہ ہے جو ہزار خون خرابی کے باوجود بھی ناممکن الحصول ہے اس مسئلہ پر ہمارے دوستوں کو علامہ افغانی کی کتابیں بالخصوص خطبہ صدارت جہاد کانفرنس ملتان اور رسالہ "کمیونزم اور اسلام" نیز اسلام کا زرعی نظام تالیف مولانا محمد تقی امینی ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی اور اسلام کا اقتصادی نظام تالیف مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ندوۃ المصنفین دہلی ضرور مطالعہ کر لینا چاہئے۔

مولوی عبدالحفیظ صاحب متوجہ ہوں

مولوی عبدالحفیظ صاحب جامع مسجد صدیقیہ جان محمد روڈ، کوئٹہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنے پتہ سے مطلع کریں۔ اور خدام الدین کا حساب فوری آکر بے باق کریں۔

رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت کے دوستوں کو اگر مولوی صاحب کا علم ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دیں۔

مینیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور

انسان ابتدا سے انتہا تک مشقّت و رنج میں گرفتار ہے

(ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی۔ شیخوپورہ)

(۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ (سورۃ البلد ۹۰ آیت ۴ پ ۳۰)

(ترجمہ) (۱) تحقیق ہم نے آدمی کو محنت میں بنایا۔ (شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح)

(۲) ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔ (مولانا اشرف علی تھانوی رح)

تفسیر

اس آیت میں مکّہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکّہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں جھیل رہا تھا۔ بے شک آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی کسی رنج میں مبتلا ہے کبھی کسی مرض میں، شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے خرخشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ آدم ؑ اور اولادِ آدم ؑ کے احوال کا مشاہدہ اس امر کی واضح دلیل ہے اور مکّہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصاً اس وقت جبکہ افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جور و جفا اور ظلم و ستم کے نشانہ بنے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ اس آیت کے مضمون کی نمایاں شہادت ہے۔

لیکن انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہ سے گزرتا ہے اس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اس میں عاجزی و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے آپ کو قضاؤ قدر کے حکم کے ماتحت سمجھ کر خدا کی رضاء کا مطیع ہوتا لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔ رسول کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور معصیت کے مواقع میں یونہی بے موقعہ مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے، پھر اُسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا ہوں، لیکن آگے چل کر پتہ لگے گا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا بلکہ اُلٹا وبالِ جان ہوا۔
(حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح)

(۲) اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ۝
(پ ۲۹ - سورہ قیامہ ۷۵، آیت ۳۶)

(ترجمہ) کیا آدمی خیال کرتا ہے کہ وہ بے قید چھوٹا رہے گا ؟ ـــــ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا، اور امر و نہی کی قید اس کو نہ ہوگی یا مرے پیچھے اٹھایا نہ جائے گا، اور سب نیک و بد کا حساب نہ لیں گے۔ ؟

آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو، اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے، یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچو گے۔ موت کے وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں، ایک تو مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و حشم سب کو چھوڑنا، دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا اور دوسری سختی قبر اور آخرت کی۔

پہلی آیت کی دوسری تفسیر

از شاہ عبدالعزیز رح دہلوی

"ہم نے انسان کو رنج اور مشقت میں پیدا کیا"
آدمی کی اصل عالمِ خاک میں مکّہ کی زمین ہے۔ اور اصل اس کی عالمِ آب میں آدم ؑ کا نطفہ ہے اور دونوں مشقت و رنج میں گرفتار ہیں۔ اگر آدمی کے رنج اور مشقت تفصیل کے ساتھ بیان کیے جائیں تو ایک بڑا دفتر چاہیے لیکن مجملاً بیان کیے جاتے ہیں۔

آدمی کی خلقت چار ضدوں سے ہے (۱) حرارت (گرمی)، (۲) برودت (خنکی)، (۳) رطوبت (نمی)، (۴) یبوست (خشکی)، اور یہ چاروں اس کے مزاج میں، اپنا اپنا غلبہ چاہتی ہیں اور اس کے اعتدال کو خراب کرنے کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ ماں کے پیٹ میں کتنے دنوں قید رہتا ہے ؟ پھر کتنے دنوں ضعف و ناتوانی کی وجہ سے جھولے میں مُردہ کی طرح پڑا رہتا ہے، نہ تو زبان ہے کہ اپنے دل کا حال بیان کرے اور نہ ہاتھ پاؤں ایسے ہیں کہ اپنی خواہش کو اُن سے پورا کرے، پھر دانت نکلنے کے درد میں، اور دودھ چھڑانے کی ایذا میں مبتلا ہوتا ہے، پھر مکتب میں استاد کی سزا کا رنج اٹھاتا ہے اور جب عقل کے پنجہ میں گرفتار ہوا اور کن مکن کی کشمکش میں پڑا تو طرح طرح کے رنج و غم میں گھر گیا۔ قوتِ شہوانی اس کو چارپایہ کی طرح ذلیل بنا دیتی ہے اور حرص میں گرفتار کر دیتی ہے۔ اور چند پیسوں کی خاطر اس کے سر پر بوجھ اٹھواتی ہے۔ اسی طرح چند پیسوں کی خاطر دکان کا قیدی بنا دیتی ہے اور مٹھی بھر دانوں کی خاطر اس کو بیل کے پیچھے دوڑاتی ہے۔ اور کبھی اس کو قوتِ غضبیہ کے غلبہ سے درندوں میں ملا دیتی ہے اور جہان کی پھٹکار اس کے نصیب ہوتی ہے اور مخلوق کو ایذا دیتا ہے۔ ان سب سے بڑھ کر ایک دشواری یہ ہے کہ طبیعت کا مقید بھی ہے اور اُمورِ شرع کا، طبیعت انسان کو عبادت سے روکتی ہے، بغیر عبادت کے اس کی نجات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہر شخص کی ذات سے اُس کی مشقتیں تعلق رکھتی ہیں، رعایا ہمیشہ بادشاہ کی اطاعت میں گرفتار ہے اور بادشاہ رعایا پر انصاف کرنے کے لئے مامور ہے۔

اولاد ماں باپ کی خدمت کے لئے اور ماں باپ اولاد کی پرورش، تعلیم و تربیت کی فکر میں رہتے ہیں، اسی طرح خاوند اور اس کی بیوی کا حال ہے۔ آقا اور غلام۔ پڑوسی کو پڑوسی کا، الغرض کوئی شخص بھی ان مشقتوں سے خالی نہیں ہے اور دنیا کی مشقتوں کے علاوہ جانکنی کی مشقت، مال کی جدائی، اولاد کے فوت ہونے کا رنج، قبر کی تنگی اور لحد کے اندھیرے کا غم، اور وہاں اکیلے پڑے رہنے کا فکر، منکر نکیر کے سوالات اور قیامت کے ہول کا فکر، اعمال کے وزن کیے جانے، صور پھونکنے اور موت کے بعد زندہ ہونے کا، اور اوّلین و آخرین کے سامنے رسوا ہونے کا خوف، اگر معاذ اللہ ان مشقتوں کے ساتھ دوزخ کی مصیبت نصیب ہوئی تو اس کا رنج و مشقت حد سے گزر گیا۔

کیا وہ گمان کرتا ہے کہ مجھ پر کسی کو سزا دینے کی قدرت نہیں ہے ؟ وہ تو اکثر فخر کیا کرتا تھا کہ میں نے زیادہ مال خرچ کیا ہے۔ اس کو اکثر اعتماد اپنی عزت اور جاہ پر تھا۔ جو شخص زیادہ مال خرچ کرتا ہے وہ سب کے دلوں میں عزیز ہوتا ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۳) اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ۝
(پ ۲۹ - سورۃ المعارج ۷۰، آیت ۲۹ - ۳۱)

(ترجمہ) بے شک آدمی جی کا کچّا بنایا گیا ہے۔ جب اس کو بُرائی پہنچے تو بے صبر ہو جاتا ہے اور جب اس کو بھلائی پہنچے تو بے توفیقا ہو جاتا ہے۔

یعنی کسی طرف تحمّل اور ہمّت نہیں دکھلاتا، فقر و فاقہ، بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اٹھے بلکہ مایوس ہو جائے۔ گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی اور مال و دولت، تندرستی و فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے اور مالک کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو۔

فی الحقیقت دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان دغا کی پونجی اور دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ

موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔

دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ ہے اور زینت ہے آپس میں بڑائیاں کرنا۔ مال اور اولاد کی کثرت ڈھونڈھنا۔ آدمی کو اول عمر میں کھیل چاہیے، پھر تماشا، بناؤ سنگار اور فیشن ساتھ بڑھانا اور نام ونمود حاصل کرنا۔ پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال و اولاد کی فکر، کہ میرے پیچھے گھر بار بنا رہے اور اولاد آسودگی سے زندگی بسر کرے مگر یہ سب ٹھاٹھ فانی اور زائل ہیں۔ آدمی دنیا کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا۔ ایمان اور اعمال صالحہ۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز لے گیا اس کا بیڑا پار ہے اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا کفر و عصیان کا بوجھ لے کر چلا، اس کے لئے سخت عذاب ہے۔

دنیا میں ہر شخص ایک شے کا طالب ہے، کوئی مال کا، کوئی اولاد کا، کوئی جاہ کا، کوئی صحت کا کسی کو درویشی مطلوب ہے، کوئی علم کا دلوانہ ہے، کسی کو تجارت میں لطف آتا ہے، کوئی مکانات کی تعمیر کا شوق رکھتا ہے، کسی کو باغ لگانے کی حرص ہے، سب کا مقصود ایک ہے کہ لذت و راحت حاصل ہو۔ طریقے مختلف ہیں۔ دنیا کے مزے سب فانی ہیں لیکن اصلی مزہ آخرت ہیں ہے۔

انسان کا صریح دشمن ایک تو شیطان ہے۔ شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے جب انسان اس کے دام اغوا میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ ہوں اور تیرے کام سے بیزار ہوں، مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی دوزخ کا کندہ بنا اور اسے بھی بنایا۔ شیطان سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ۔ انسان کا دوسرا دشمن اس کا نفس امارہ ہے جو بری باتوں کی رغبت دلاتا ہے۔ اگر نفس عالم سفلی کی طرف جھکا اور دنیا کی لذات اور خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کرتا ہے اور شریعت کی پیروی سے بھاگتا ہے تو اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔

(۴) كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝
(پ ۲۷، سورہ طور آیت ۲۱)

(ترجمہ) ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے۔

عدل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس آدمی نے جو کچھ اچھا یا برا عمل کیا ہے اسی کے موافق بدلہ پائے، آگے اللہ کا فضل ہے کہ وہ کسی کی تقصیر معاف فرما دے یا کسی کا درجہ بلند کرے۔

(۵) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝
(پ ۲۹ سورہ مدثر آیت ۳۸)

(ترجمہ) ہر ایک جی اپنے کاموں میں پھنسا ہوا ہے۔

انسان برادریوں کے رسوم و رواج میں پھنس کر معصیت خرید لیتا ہے۔ پہلے اپنی ذات کے لئے مشقتیں اٹھاتا رہا۔ بعد ازاں اپنی اولاد کی پرورش، تعلیم و تربیت اور ان کی شادی کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ پھر پوتے پوتیاں۔ نواسے اور نواسیوں کی فکر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۶) يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝ (پ ۳۰ سورہ انشقاق آیت ۶)

(ترجمہ) اے آدمی! تجھ کو اپنے رب تک پہنچنے میں سہہ سہہ کر بہت تکالیف اٹھانی پڑتی ہے پھر اس سے ملنا ہے۔

ہر آدمی کو اپنے رب تک پہنچنے سے پہلے اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جدوجہد کرنا ہے کوئی اس کی اطاعت میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے، پھر خیر کی جانب میں ہو یا شر کی۔ طرح طرح کی تکلیفیں سہہ سہہ کر آخر پروردگار سے ملنا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔

(۷) أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝
(پ ۳۰، سورہ تکاثر، آیت ۱-۲)

(ترجمہ) تم کو بہتات کی حرص نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ قبریں جا دیکھیں۔

تفسیر

مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے سازوسامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ اور جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آجاتی ہے، تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے، محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں۔

(۸) يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ (پ ۳۰ سورہ ہمزہ آیت ۳)

(ترجمہ) گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔

بخیل مالدار روپے کو گن گن کر رکھتے ہیں۔ مال کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال اس سے کبھی جدا نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہے گا۔ یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا، آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔ اور اس بدبخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

انسان سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا، اور اللہ کی طرف سے نیک و بد کا کبھی بدلہ نہ ملے گا۔

الغرض انسان مال و دولت اور ننانوے کے پھیر میں چکر کھاتا رہتا ہے اور آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتا۔ دین و دنیا دونوں کو گنوا لیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چار گوشہ لکیر کھینچی اور ایک لکیر باہر نکلی ہوئی اور اس کے بیچ میں کھینچی جس کی شکل یہ ہے:-

پھر فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو کہ اس کو گھیرے ہوئے ہے یا اس نے اس کو گھیر رکھا ہے، اور یہ باہر نکلا ہوا خط اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط دنیا کے عوارضات ہیں، اگر ایک حادثہ سے انسان چھوٹ جاتا ہے تو یہ دوسرا اس کو نوچتا ہے اور اگر اس سے بھی چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے تو یہ تیسرا اس کو نوچتا ہے۔ (بخاری)

(۲) حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں، رسول اکرمؐ نے ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑی اور ایک اس کے برابر اور ایک اس سے کچھ دور۔ پھر فرمایا تم کو معلوم ہے کہ یہ کیا چیز ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے، فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل ہے اور یہ تیسری لکڑی جو دور ہے اس کی آرزو ہے، وہ آرزو کرتا رہتا ہے کہ موت اس کی آرزو سے پہلے آجاتی ہے۔

(۳) ابن آدمؑ کا پیٹ سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ (مشکوٰۃ)

بقیہ: محبتِ الٰہیہ

پھر تو آ سکتا ہے کہ نہیں آ سکتا۔ فرماتے ہیں کہ ادھر یہ شعر پڑھا اور اس کے بعد دھڑام سے وہ گرا، لوگ دوڑے ہوئے پہنچے لیکن وہ اللہ کے ہاں پہنچ چکا تھا۔

قرآن مجید کا ایک حرف ساری کائنات سے زیادہ معزز ہے

تو جس جس چیز کے ساتھ اللہ کی ذات کی نسبت ہو جائے گی، مسلمانوں کو ساری کائنات سے زیادہ محبوب ہوگی۔ قرآن کریم، اس کی نسبت کس کی طرف ہوئی؟ اللہ کی ذات کی طرف ہوئی۔ اس واسطے اب اس کی عظمت، اس کی محبوبیت اور اس کی محبت مسلمان کے دل میں وہ ہوگی کہ ساری کائنات کی عظمت اتنی دل کے اندر نہیں ہوگی اور میں تو کہتا ہوں کتاب اللہ، سارا قرآن مجید تو بڑی بات ہے، اللہ کی قسم ایک حرف قرآن مجید کا ساری کائنات سے زیادہ افضل اور عزیز ہے۔

مرکزی ہستی اللہ کی ذات ہے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دینِ اسلام کی جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کا مرجع اللہ کی ذات ہے۔ آپ کو حضرت لاہوریؒ سے محبت تھی، یہ محبت جزوِ ایمان ہے ــــ ہماری جزوِ ایمان ہے ــــ کس لئے محبت تھی؟ کیا کہا جاتا تھا؟ حضرت کیا تھے؟ ولی اللہ ــــ کس کے دوست؟ اللہ کے دوست ــــ نسبت کدھر چلی گئی؟ اللہ کی طرف ــــ مسجد سے محبت جزوِ ایمان ہے، کیوں؟ مسجد کیا ہے؟ اللہ کا گھر۔ نسبت کدھر چلی گئی؟ اللہ کی طرف ــــ قرآن مجید سے محبت ہے، کیوں؟ یہ کس کا کلام ہے؟ کلام اللہ ــــ کسی نبی کی عزت کے بارے میں ذرا سا تصور میلا ہو جائے، ایمان کا چہرہ داغدار ہو جائے گا، کیونکہ وہ کس کا نبی؟ اللہ کا نبی ــــ کس کا رسول؟ اللہ کا رسول ــــ تو مرکزی ہستی کون ہوئی؟ محبوبِ حقیقی ــــ وہ اللہ کی ذات ہے۔ اس واسطے فرمایا، اب جس جس کے ساتھ نسبت ہوگی اللہ کی تو تمہارے دلوں کے اندر اُن کی عزت، اُن کی محبت، یہ سب کچھ ہوگا لیکن مرکز کونسی ہستی ہے؟ اللہ کی ذات ہے۔ تو سب سے زیادہ محبت قوی کس کی ہوگی؟ اللہ کی ہوگی ــــ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط فرمایا سب سے قوی تر محبت اللہ کی محبت ہوگی۔ اور یہ محبت اسباب سے پیدا ہوگی، اولیاء اللہ کے پاس آنے سے، اللہ کا نام لینے سے، ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

کبھی گفتار سے بھی یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ کبھی تذکار سے یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

محبت ہی اصل معیار ہے

اور میرے دوستو! بزرگوں نے تجربے کئے، جس کا نام بکثرت لیا جائے گا اُس سے محبت ہو جائے گی۔ یہ جو اولیاء اللہ کا نام لینے کی ترغیب دیتے ہیں، ہر وقت اللہ کا نام لو، اُس محبوب کا نام لیتے رہو گے تو تمہارے دلوں کے اندر اُس کی محبت قوی تر ہو جائے گی، یہ نمازیں، یہ قرآن کی تلاوت، یہ حج بیت اللہ، یہ رمضان کے روزے، ان میں سے ہر ایک کے اندر یہی اللہ نے رکھا ہے کہ تمہارے دلوں کے اندر اللہ کی محبت پیدا ہوگی اور محبت ہی ایک وہ واحد ذریعۂ اطاعت ہے کہ سارے ذرائع میرے دوستو! ناکام رہتے ہیں لیکن اطاعت کا وہ ذریعہ جس کی بنیاد محبت پر ہو، انسان پھر جان تو دے دیتا ہے لیکن اپنے محبوب کی اطاعت کو نہیں چھوڑتا۔ تو شریعت کی اطاعت بھی جبھی قائم رہیگی کہ اللہ کی محبت ہو اور محبت پیدا بھی اسی ذریعے سے ہوگی، نمازیں پڑھو گے، مسجد میں آؤ گے، اہل اللہ کا قرب حاصل کرو گے، اس چیز سے یہ بہت بڑی دولت

اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں گے۔

دعا اسی پر اکتفا کرتا ہوں، یہ دولت اللہ مجھے بھی نصیب فرمائے، آپ کو بھی نصیب فرمائے اور اس کے جو اسباب ہیں اللہ تعالیٰ ان اسباب کو اختیار کرنے کی توفیق دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

ذکر و فکر

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حافظ محمد سلیمان، کیمبلپور

عربی کا مقولہ ہے اور غالباً کسی روایت میں بھی آیا ہے کہ جو چیز انسان کو زیادہ پسند ہو، جس کے ساتھ زیادہ محبت ہو، ہر وقت زبان پر اسی کا ذکر رہتا ہے انسان اس کی یاد میں رطب اللسان رہتا ہے اور جب انسان کسی چیز کو بار بار زبان پر لائے۔ کثرت سے اس کا ذکر کرے، اس کا دھیان زیادہ تر اسی پر مرتکز رہے تو وہ چیز دل میں بیٹھ جاتی ہے اِذَا تَكَرَّرَ الْكَلَامُ تَقَرَّرَ فِي الْقَلْبِ۔ پھر زبان و دل ہمنوا بن کر اس کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں۔ اس لئے قرآن نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔

"اے ایمان والو! ذکر زیادہ اللہ کا کرو" بار بار اللہ کا نام لینے سے دل میں اللہ کی محبت بڑھے گی ــــ اسی لئے فرمایا ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ۔ زبان سے ذکر کرتے کرتے دل اور اعضا جوارح ذاکر بن جائیں گے۔

اذکروا اللہ ذکراً۔ مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا۔ جب کثرت سے اللہ کا نام لیا جائے گا تو لازمی بات ہے کہ ذکر کے بعد فکر پیدا ہوگا اور فکر کا پیدا ہو جانا یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ ایک بیمار کو جب اپنی بیماری کا احساس ہو جائے، اُسے فکر پیدا ہو جائے کہ میں بیمار ہوں تو پھر وہ علاج بھی کرائے گا۔

اسی طرح آج ہم بیشمار روحانی بیماریوں میں مبتلا ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔ متاعِ کارواں لٹا جا رہا ہے اور ہم ہیں کہ خوابِ خرگوش میں مست پڑے ہیں ایسے مردہ دلوں اور خفتہ خصلت لوگوں کو جگانے کے لئے قرآن نے ترغیباً فرمایا۔ کہ مخلوقِ خدا میں وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں ان کو اپنی بیماریوں کا احساس رہتا ہے۔ اور ذکر کے بعد انہیں اصلاحِ حال کی فکر پیدا ہو جاتی ہے الذین یذکرون اللہ الخ۔ اللہ کا ذکر کرنے سے جب ہم میں بھی فکر پیدا ہو گی تو ہمیں اپنی بیماریوں کا احساس ہوگا تو پھر ان کے علاج کے لئے کوشاں ہوں گے، ان بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے فرمایا کہ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الف سنۃ لمحہ بھر خلوت میں بیٹھ کر یہ سوچنا اور فکر کرنا کہ رب تعالیٰ کی بندہ پر کتنی بے شمار اور بیش بہا نعمتیں ہیں اور بندہ رب کریم کا کتنا نافرمان ہے۔ تو فرمایا کہ یہ ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ بعض روایات میں ساٹھ سال بھی آیا ہے۔ سو خدا کا بے انتہا فضل و احسان ہے اُن لوگوں پر جنہیں اللہ کی یاد کی توفیق انفرادی یا اجتماعی طور پر حاصل ہے کہ فکر کا یہی مؤثر ذریعہ ہے اور احساسِ زیاں کا پیدا ہو جانا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے

بقیہ: مجلس ذکر

وہ پیسے لیتا ہے، سو روپیہ، پچاس روپیہ، گھنٹہ یا دو گھنٹے پڑھانے کا اس نے وقت مقرر کر رکھا ہے، اور اول تو وقت پر ہی نہیں آتا، اور پھر جلدی چلا جاتا ہے، درمیان میں باتوں وغیرہ میں یا کسی اور طریقے سے وقت ضائع کرتا ہے، تو یہ بھی قابلِ ملامت ہے اور عذاب کا مستوجب ہے — ایک کلرک ہے اُس نے وقت مقرر کر رکھا ہے جو حکومت سے، پانچ سو روپے لیتا ہے، اُسے چھ سات گھنٹوں کے اندر اندر کھانے پینے کی اجازت ہے، پیشاب کی اجازت ہے لیکن وہ وہاں جاکر کے اپنے یاروں دوستوں کو ٹیلیفون کرتا ہے، باہر جا کے پیسے دینے پڑیں گے، گویا سرکاری مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے، اسی طرح کینٹین میں وہ دوستوں یاروں کے ساتھ جاکر کے گھنٹہ آدھ گھنٹہ خواہ مخواہ وقت ضائع کر دیتا ہے، تو یہ شخص اپنی حلال کی کمائی کو مشتبہ حرام سے بھر لیتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ من بھر دودھ میں ذرا سا گوبر یا پیشاب مل جائے تو سارا دودھ ناپاک ہو جاتا ہے۔ آپ کی پوری قمیص کی بجائے اگر صرف آدھی آستین پیشاب یا کسی اور نجاست سے ناپاک ہو جائے تو وہ ساری کی ساری قمیص ناپاک کہلاتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کونہ ہی ناپاک ہے، باقی پاک ہے۔ اس سے نماز نہیں ہوگی۔ حد یہ ہے کہ ایک بال کی کھال یا جڑ میں پانی نہ پہنچے، یا ایک ناخن کے اوپر ناخن پالش لگی ہے یا کہیں آٹا گوندھتے ہوئے ناخن کے نیچے لگا رہ گیا اور خشک ہو کر چمٹ گیا تو جب اتارا نہ جائے اس کے نیچے والی سطح پانی سے تر نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا وضو یا غسل ناقص و نامکمل ہوگا۔

حرام کھانے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی

جس طرح نماز کے لئے وضو اور غسل ضروری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے شرط قرار دے رکھی ہے اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں، پاک کی سنتے ہیں۔ اگر آپ کے جسم میں حرام موجود ہے، مثلاً سود، رشوت، یا کوئی بھی ناجائز طریقے سے آپ کے پاس ہتھیائی ہوئی دولت ہے، تو عبادت قبول نہ ہوگی۔ قدرِ نعمت بعد از زوال، جب دنیا سے چلے جائیں گے اور قبر میں جب مَنْ رَّبُّكَ، مَا دِيْنُكَ سوال ہوگا، اُس وقت ہاتھ ملیں گے لیکن دنیا میں آنے کا تو پھر سوال ہی نہیں پیدا ہوگا، دنیا تو دار العمل ہے اور وہ وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک سٹوڈنٹ بی۔اے کے امتحان میں بیٹھتا ہے اور پرچہ کر آنے کے بعد اگر وہ یہ چاہے کہ اب میں اپنے جوابات درست کر لوں تو یہ اُس کی خام خیالی ہے تیاری کا وقت پہلے تھا جو ختم ہو چکا۔ بعینہٖ مالکِ یوم الدین کے سامنے دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہونا ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کسی کے ساتھ زیادتی کی، بے ایمانی کی، سود خوری کی، رشوت خوری کی تو بچ جائیں گے، نہیں وہاں جا کر کے قطرے قطرے کا، رائی رائی کا حساب دینا پڑے گا۔ یہاں تو معاملہ رفع دفع ہو سکتا ہے، وہاں دولت تو لے جانے سے رہے، کسی کے ساتھ جو زیادتی کی ہوگی اُس کا بدلہ وہاں جاکر پالیں گے، اگر کسی کی آنکھ نکالی ہے، کسی کی جان لی ہے، کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے یا کسی کا حق غصب کیا ہے یا کسی کو دکھ اور تکلیف دی ہے تو اس کے بدلے وہاں اپنی نیکیاں دینی پڑیں گی۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزقِ حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے، مشتبہ اور حرام مال سے بچائے۔ حج مبرور اور عبادت مشکور سے نوازے۔ آمین۔

بقیہ: شذرات

کی فراخدلانہ اور فوری امداد کریں اور طوفان زدگان کی فوری مدد اور بحالی کا کام پوری وسعت کے ساتھ اور کسی تاخیر کے بغیر انجام دیا جا سکے۔

ہمیں امید ہے کہ اسلامی اخوت، برادرانہ مروّت، رواداری اور قومی وحدت کے پیش نظر ملک کے تمام باشندے اس کارِ خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر عنداللہ اور عندالناس ماجور ہوں گے — نیز امداد کے یہ مادی وسائل اختیار کرنے کے ساتھ وہ دینی و روحانی وسائل بھی اختیار کریں گے جن سے فی الواقعہ اس قسم کی آفاتِ سماوی سے نجات مل سکتی ہے — اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مصائب و آلام کے جھکڑ، آفاتِ ارضی و سماوی کی آندھیاں اور بلاؤں کا نزول انسان کے اپنے ہی کیے کا پھل اور خدا کی ناراضگی اور غضب کی علامتیں ہیں اور ان سے چھٹکارے کی فقط یہی صورت ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے، اعمال کو کتاب و سنت کی روشنی میں درست کیا جائے اور روٹھے ہوئے رب کو منانے کی پوری کوشش کی جائے۔ چنانچہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر مالک الملک راضی ہو جائے تو پھر مصیبتوں، طوفانوں اور ارضی و سماوی بلاؤں سے انسان کو نجات دینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ اس کے ایک ادنیٰ اشارے اور صرف ارادہ سے مصائب و حوادث اور بلاؤں کے بادل آن واحد میں چھٹ سکتے ہیں — لیکن بدقسمتی سے ہم یہی ایک نسخہ نہیں آزماتے جسے احکم الحاکمین نے کائنات انسانی کے سب سے بڑے حکیم کے ذریعے تجویز فرمایا تھا اور اسی لئے ہمیں آفات و مصائب سے نجات نہیں ملتی — پس ہماری اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ اللہ سے صدقِ دل اور خلوصِ نیت سے ساتھ دعا کریں کہ وہ ہمارے مشرقی پاکستان کے بھائیوں کو مصیبتوں سے نجات دے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ساتھ ہی ساتھ دامے، درمے، قدمے، سخنے زیادہ سے زیادہ عملی امداد دیں۔
وما علینا الا البلاغ۔

ایک ضروری اعلان

حضرت العلامہ الاستاذ المحترم المعظم جناب شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم کے نام بذریعہ ڈاک بے شمار استفتاوات اور استفسارات آتے ہیں حالانکہ ان کی بے پناہ مصروفیت میں تمام کے جوابات کے لئے وقت نکالنے کی گنجائش نہیں ہوتی، کیونکہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی بالائی علمی خدمات سے موصوف کو ایک لمحہ بھی فرصت نہیں ملتی اور یہی وجہ ہے کہ جب سے میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں آیا ہوں، تو ان خطوط کے جوابات کے سلسلے میں میں بھی حضرت کا تعاون کرتا ہوں بلکہ بعض جوابات میں ہی مرتب کر کے اُن سے تصویب و توثیق کے بعد مستفسرین حضرات کے پاس ارسال کرتا ہوں، مگر خود میری مصروفیات بھی کچھ کم نہیں، ان حالات کے پیش نظر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ خدام الدین اور ترجمان اسلام کے ذریعے دوست و احباب کو اطلاع دیدو کہ وہ اپنے استفسار کو اہم سوالات تک محدود رکھیں اور اس طرح سوالات ارسال نہ فرمائیں جن کے جوابات مدارس علمیہ کے مفتی حضرات یا جامعہ اسلامیہ ہی کے متعلقہ شعبہ سے دیئے جا سکتے ہیں۔ اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ جو حضرات تعبیر الرؤیا کے بارے میں استفسار کرتے ہیں وہ بھی متعلقہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔
آخر میں میری طرف سے یہ اطلاع بھی عرض ہے کہ چونکہ حضرت المخدوم مورخہ ۱۵ر اپریل ۶۹ء سے اختتام اپریل تک حکومت ملیشیا کی اسلامی کانفرنس منعقدہ کوالالمپور میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ لہٰذا اس دوران حضرت کے نام خط و کتابت ملتوی رکھی جائے۔ والسلام

ناچیز محمد لطافت الرحمٰن افغانی سواتی، استاذ علی اسلامیات۔ جامعہ اسلامیہ۔ بہاولپور

اطلاع

"الجامعۃ الاسلامیہ، پاک نگر گلی ۱۲ بلاک ۲ میں ہر روز ۴ بجے سے ۵ بجے تک حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے درس قرآن و حدیث دیتے ہیں۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا اٹک میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۳)

ہمارے حضرت دامت برکاتہم نے سنایا پچھلے دنوں، آپ نے شاید پہلے بھی کہیں سنا ہوگا کہ ہمارے بڑے حضرت شیخ التفسیر، امام الاولیاء، استاذ العلماء حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ علیل تھے، آپ کو درد ریح کی شکایت تھی، ٹانگوں میں درد تھا۔ تو آپ نے اپنے شیخ اور استاد حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے امام انقلاب گذرے ہیں، ان کی قدر تو بعد میں کہیں پتہ چلے گی کہ عبیداللہ سندھیؒ کون تھے۔ اُن کی خدمت میں عرض کیا تو آپؒ نے مکہ مکرمہ سے خط لکھا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ جہاں تک قرآن مجید کا میں نے مطالعہ کیا ہے، پہلی شریعتوں میں یوں ہوا کرتا تھا جیسے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درد تھا، جوڑوں کا درد تھا، وجع المفاصل تھا۔ تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اونٹ کا گوشت کھانا حرام کر دیا تھا۔ آپ اپنی خوراک میں سے جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے اُس میں سے کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیں، نہ کھایا کریں کہ میں نہ کھایا کروں گا، اپنی زندگی میں اس کا کھانا چھوڑ دیں، آپ کو اللہ شفا دے دیں گے۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اب مجھے یہ نہیں پتہ آپ نے کون سی چیز کھانا چھوڑ دی مگر ایک چیز کھانا چھوڑ دی۔ اللہ نے اس بیماری سے آپ کو شفا دے دی۔ عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے اس حکمت کو نکالا؟ قرآن مجید کی تلاوت سے۔ قرآن مجید میں ہماری ساری بیماریوں کے علاج، ہماری روحانی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری بدنی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری سماجی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری اخلاقی بیماریوں کے لئے شفا،

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (بنی اسرائیل ع ۹۲)

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج ہم میں یہ چیز پیدا ہو چکی ہے کہ قرآن مجید کے ہر حکم کے متعلق ہم یہ سوچتے ہیں کہ اس کا اثر ہماری معاشرتی زندگی پر کیا پڑے گا؟ ہماری روزمرہ کی زندگی پر کیا پڑے گا؟ تو عبادت کے متعلق بھی یہ کچھ سوچا جا سکتا ہے، بلکہ لوگ سوچتے ہیں کہ جی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالےٰ ہمیں آپ کو ایسے اوہام سے بچائے، آج یہ عام بیماری ہے۔ کسی سے کہہ دو کہ بھائی! بیٹے کو قرآن مجید کا حافظ بناؤ۔ "جی حافظ تو بنا دیں گے لیکن کھائے گا کیا؟" پہلا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم مولویوں کے بیٹے بھی قرآن چھوڑ بیٹھے، مشائخ کے بیٹے قرآن چھوڑ بیٹھے (اِلاّ ماشاءاللہ) وہاں مسئلہ کیا تھا؟ صرف پیٹ کا مسئلہ، کہ اگر ہم نے قرآن پڑھ لیا، اسلامی تعلیم حاصل کر لی، اللہ کا قرب حاصل کر لیا، حرام سے بچ گئے، رشوت سے بچ گئے، سود کھانے سے بچ گئے، ناجائز رزق سے بچ گئے تو ہم گذارہ کیسے کریں گے؟ یہ "کیسے" کا سوال ہمارے دماغ میں ایسا ڈال دیا گیا کہ ہم ہر مسئلے کو اس پر ناپتے ہیں تو یہاں بھی یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب انسان اللہ کی عبادت کرے اور عبادت کا مفہوم یہ لے لیا جائے کہ انسان ہر وقت، ہر کام میں اس بات کا منتظر ہو، اس بات کو اپنا مشعل راہ بنائے جو رب العالمین نے اس کے لئے فرمائی اور جس کی تشریح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو پھر آیا انسان اپنی زندگی میں بھی کچھ

کامیابی حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو میں کیا عرض کروں، میرے بزرگو! قرآن کا ہر فعل، امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر حکم، قرآن مجید کا ہر حکم، یہ حکمت ہے اور فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ۔ حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر بات میں حکمت ہے۔ خداوند قدوس نے جو قرآن مجید نازل فرمایا اس میں صرف قبر کے مسئلے نہیں ہیں، اس میں صرف قیامت کے مسئلے نہیں ہیں، قرآن مجید تو ہماری دنیاوی زندگی کو بھی سدھارنے والا ہے۔ زندگی سدھاری نہیں صحابۂ کرام کی؟ عربوں نے حکومت نہیں کی دنیا پر؟ آدھی دنیا پر حکومت کی ہے عربوں نے، ان کی زندگیاں نہیں سدھاریں قرآن مجید نے؟ قرآن مجید تو میرے بزرگو! ہماری دنیاوی زندگی کا بھی رہنما، ہماری قبر کی زندگی کا بھی رہنما، ہماری قیامت کی زندگی کا بھی رہنما ہے۔

عبادت کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ اگر انسان صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بن جائے تو اس کا اثر ہماری روزمرہ کی زندگی پر کیا پڑے؟ ہماری معاشرتی زندگی پر کیا پڑے، ہماری اخلاقی زندگی پر کیا پڑے؟ تو اس کے لئے آپ صحابہؓ کا نمونہ دیکھ لیں۔ صحابۂ کرامؓ نے کس سے شفاء حاصل کی؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاء حاصل کی۔

ابھی جو میں نے سورۃ الفرقان کی آیت پڑھی۔ یہ انہی لوگوں کے متعلق ہے میرے بزرگو! جو پہلے راتوں کو ڈاکے مارتے تھے، قتل کرتے تھے، بات بات پر لڑتے تھے۔ اپنا حق کیا بیگانہ حق، ہر ایک کا حق ہڑپ کر جاتے تھے، نہ اپنا تھا نہ پرایا تھا، نہ وہاں پر عصمت تھی نہ کوئی اخلاق تھے۔ قرآن شہادت دیتا ہے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الجمعہ ع ۲) لیکن اسی قرآن کی ان کی دنیاوی زندگی میں انقلاب آیا۔ آج اگر ہم عبادت کے مفہوم کو سمجھ جائیں کہ عبادت کا مفہوم کیا ہے اور اس پر ہم عمل پیرا ہو جائیں تو میرے بزرگو! انسانی زندگی سکھ میں رہ سکتی ہے، دکھ سے بچ

سکتی ہے۔

میں نے ابھی عرض کیا کہ عبادت کا مفہوم صرف نماز روزے تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانوں کے حقوق بھی عبادت ہیں، حقوق العباد، یہ بھی عبادت، حقوق اللہ، یہ بھی عبادت۔ ایک بھائی ایک آدمی حقوق اللہ بھی ادا کرے، ایک آدمی حقوق العباد بھی ادا کرے، محلہ، معاشرہ، گلی، شہر، ملک، سارا عابد بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا عابد بن جائے، اللہ کو معبود سمجھنے لگ جائے، بندوں کے حق ادا کرتا رہے، اللہ کے حق ادا کرتا رہے تو پھر آپ ہی فیصلہ کریں کیا اس نظام سے قوم میں ایک ایسا انقلاب نہیں پیدا ہو جائے گا کہ ساری کی ساری قوم امن میں، عافیت میں اور سکھ میں اور چین میں رہے گی۔

تو عبادت کا مفہوم صرف یہی نہیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ نماز تو اس لئے پڑھائی جاتی ہے کہ نماز کے بعد اس میں ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے کی ایک علامت ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ تو نماز پڑھ تاکہ میں تجھے یاد ہو جاؤں۔ پانچ مرتبہ تو میرا نام لے گا۔ تو نماز عبادت کا ایک حصہ ہے۔ ورنہ عبادت کا مفہوم اتنا وسیع ہے میرے بزرگو! کہ انسان کے کھانے پینے سے لے کر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سارے کا سارا عبادت کے مفہوم میں آتا ہے اس لئے رب العالمین نے چھوٹے سے لفظ میں سارا نظام سمو دیا۔ فرمایا کہ ہم نے ہر نبی کو جو بھیجا کس لئے بھیجا؟ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ ط اے دنیا والو! تم کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ کی۔ تمہارا معبود صرف اللہ ہو۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: محبت الٰہیہ

خوشی سے تمتما اٹھے، پھولوں کی طرح کھل گئے، کفار سے مردانہ وار لڑتے ہوئے سات اصحاب شہادت کی حیات جاوداں حاصل کر گئے۔ باقی تینوں مجاہدین دشمن کی اس یقین دہانی پر پہاڑی سے اتر آئے کہ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ کافر کب اپنے عہد کا پاس کرتا ہے۔ مجاہدین سے بدعہدی کرکے انہیں گرفتار کر لیا گیا اور کمانوں کے تانت کھول کر ہاتھ باندھ دئے۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ اس بندش کو بھی برداشت نہ کر سکے۔ کفار کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ مکہ لائے گئے حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ دراصل ان کا مقصد حارث کے قتل کا بدلہ لینا تھا۔ خدا کی راہ میں خاک و خون میں تڑپنے کی بے پناہ آرزو حضرت خبیبؓ کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی تھی اور اسی ذات کی خاطر جان دینے کو مقصدِ حیات سمجھتے تھے۔ وہ باطل کی قوت سے قطعی مرعوب نہیں ہوئے بلکہ عزیمت کی ناقابلِ تسخیر چٹان بن گئے اور آخر وہ گھڑی بھی آ پہنچی جس سے فرار نہیں۔ آپ سے آخری خواہش دریافت کی گئی۔ آپ نے دو رکعت نماز کی مہلت مانگی۔ وہ بارگاہ صمدیت میں عجز و انکساری کا مجسمہ بنے اپنے رب کی حمد و ثنا میں مصروف تھے۔ یہ زندگی کی آخری نماز تھی۔ زندگی اور موت کے درمیان فاصلہ کس قدر کم رہ گیا تھا۔ فارغ ہوئے تو فرمایا "دل تو چاہتا ہے کہ اور دو رکعت پڑھ لوں لیکن اجازت طلب نہیں کرتا کہ شاید کفار یہ خیال نہ کریں کہ مسلمان موت سے ڈرتا ہے۔" دوسرے ہی لمحے وہ خاک و خون میں لتھڑے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ کتنی حسین آرزو تھی بندۂ مومن کی۔ (باقی آئندہ)

مولانا ہزاروی کی لائلپور میں تشریف آوری

فخر اسلام، مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان سابق ایم۔ پی۔ اے ۲۵ اپریل ۱۹۶۹ء بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد اشرف المدارس محلہ گرو نانک گلی ۵ میں خطبہ نماز جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔ (محمد اکرام الحق صدیقی)

حج سے واپسی

راولپنڈی کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ محلہ ورکشاپی کے مہتمم اور جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما حضرت الحاج مولانا قاری محمد امین صاحب حج بیت اللہ کے بابرکت سفر سے بخیر و عافیت مع احباب راولپنڈی واپس پہنچ چکے ہیں۔ آپ نے یہ سفر مبارک بذریعہ موٹر کار طے کیا اور مختلف عرب ممالک کے مقامات مقدسہ کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا۔ (قاری محمد شریف قصوری مقیم لاہور)

علم و عرفان کی بارش

● تاریخی مسجد مہابت خاں پشاور میں سابق سرحد کے قدیم علمی و روحانی خاندان کے عظیم فرزند ممتاز عالم دین مولانا محمد یوسف صاحب قریشی مہتمم جامعہ اشرفیہ و امام مسجد مہابت خاں پشاور نے ایک بار مکمل قرآن پاک کا ترجمہ ختم فرما کر اب دوبارہ از سر نو ترجمہ کلام پاک بعد از نماز مغرب شروع فرمایا ہے اور بعد از نماز ظہر ابایان مسجد کے بہیم اصرار پر درس حدیث شریف (یعنی بخاری شریف) کا سلسلہ بھی جاری کر دیا ہے۔ اسی طرح ہر شب جمعہ کو بعد از نماز مغرب مولانا موصوف مجلس ذکر فرماتے ہیں۔

● خطیب الاسلام حضرت الحاج مولانا عبدالودود صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ پشاور کے فرزند اصغر مولانا محمد اشرف علی صاحب قریشی صدر اسلامی مشن پاکستان اپنی آبائی مسجد قریشی بجوری گیٹ پشاور شہر میں ہر روز بعد نماز عشاء درس قرآن پاک دیا کرتے ہیں اور ہر شب جمعہ کو بعد از نماز عشاء مجلس ذکر فرماتے ہیں۔

جملہ شائقین ذکر اللہ و محبان سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس ہے کہ ان درسوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ان مجلسوں میں شمولیت فرما کر علم و عرفان سے اپنے آپ کو مالا مال فرماویں۔
(اسلامی مشن پاکستان پشاور)

ضروری اعلان

جو حضرات اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو انگلستان میں رسالہ خدام الدین اور دیگر دینی کتب بطور ہدیہ بھجوانا چاہیں وہ مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع کریں اور ان کے انگلستان کے پتے سے آگاہ فرمائیں۔

محمد شفیع چوہدری چیئرمین یورپین اسلامک مشن
۱۱ ایکلن روڈ۔ ویلی۔ ڈان کاسٹر۔ یارک شائر انگلینڈ

اعلان مجلس ذکر

مورخہ ۸ صفر ۱۳۸۹ھ ۲۵ اپریل ۱۹۶۹ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب مجلس ذکر بعد نماز عشاء مجلس قرأت و درس قرآن جامع مسجد گنبد والی بیرون کوٹ مراد خاں قصور میں منعقد ہو گا جس میں مولانا جمیل احمد میواتی خلیفہ مجاز حضرت رائپوری، مولانا قاری عبدالحق عابد، مولانا قاری محمد انور، مولانا قاری محمد حسن عراقی، قاری محمد مسلم کراچی، قاری محمد یحییٰ جہلانی، قاری عبدالغنی جامعہ اشرفیہ تشریف لائیں گے۔

قصور و گرد و نواح کے حضرات سے گذارش ہے کہ کثیر تعداد میں مجلس میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (حبیب اللہ قادری قصوری)

بچوں کا صفحہ

شیخ العرب والعجم حضرۃ مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

یہ مضمون مولانا محمد الحسنی ندوی کے ایک عربی مضمون کا ترجمہ ہے جسے مولانا محمد یحیٰ ہمدانی نے خدام الدین کے لئے ارسال فرمایا (ادارہ)

کیا آپ اس عظیم مسلمان کو جانتے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے انگریز کے فریب کو سمجھا اور یہ سمجھا کہ انگریزی استعمار ایک ذلیل منصوبہ اور انگریز ایک بدترین قوم ہے؟

کیا آپ اس ہستی سے واقف ہیں۔ جس نے اپنے وسیع مطالعہ، طویل مشاہدہ اور اپنی مؤمنانہ فراست سے یہ جان لیا تھا کہ انگریز اپنے سوا دنیا کی تمام قوموں کو اپنا غلام اور ذلیل و حقیر مخلوق سمجھتے ہیں اور انگریزوں کا خیال یہ ہے کہ اُن کے سوا دنیا کی کسی قوم کو روئے زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں؟

اور کیا آپ تاریخ اسلام کے اس بطل جلیل کا اسم گرامی جانتے ہیں۔ جو برطانوی استعمار کے وسیع مطالعہ میں بے نظیر اور آزادی ہند کے مجاہدین میں سر فہرست ہے۔

یہ اپنے وقت کے عظیم محدث و مفسر حضرۃ مولانا شیخ محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم،

آپ ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ میں سند فراغ حاصل کی اور وہیں مدرس مقرر ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک اور مقصد جلیل کے لئے اس دنیا میں بھیجا تھا۔ آپ کو اپنی قوم میں ایک انقلاب لانا اور قوم کو انگریزی استعمار کے خلاف جہاد کے لئے اٹھانا تھا۔ چنانچہ ایک طرف آپ کی عمر کا ایک بہترین حصہ علوم و معارف کے نشر و اشاعت میں گزرا تو دوسری طرف غیر ملکی حکومت کی مخالفت اور انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزادی کا حصول آپ کا نصب العین قرار پایا۔

حضرت شیخ نے اپنا سب کچھ ہندوستان میں ایک مضبوط تحریری و تقریری اور علمی اسلامی انقلاب برپا کرنے میں صرف کر دیا۔ اور جب کہ سینکڑوں طلباء آپ کی زبان فیض ترجمان سے بہتے ہوئے علوم و معارف کے چشموں سے فیضیاب ہو رہے تھے اور ایک عالم آپ کے فضل و کمال کا معترف ہو چکا تھا آپ نے مقصد کی راہ میں ایک قدم اٹھایا، بہت سے مضامین لکھے جگہ جگہ تقریریں کیں وقت کی عظیم شخصیات سے ملے اپنے حق میں عالم اسلام کے مشہور زعماء کی تائید حاصل کی اور اکابر سے مدد کے وعدے لئے آپ کے جذبہ آزادی کو مشتعل کرنے کے لئے ۱۸۵۷ء کا وہ ناکام انقلاب کافی تھا جس میں انگریزوں نے اپنی پوری وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تھا، جگہ جگہ پھانسی گھر اور مذبح خانے قائم کئے اور مسلمانوں سے ان کے مطالبۂ آزادی پر نہایت بھونڈا انتقام لیا تھا۔ یہ انقلاب تاریخ کا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے جس کے ذکر سے دل دہل جاتے ہیں۔ اور آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتی ہیں، اس واقعہ کے ذکر میں دردناک سزاؤں، پھانسی گھروں، مذبح خانوں چہروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں اور گلیوں میں بہتے ہوئے خون کے سوا اور کچھ نہیں پھر اس انقلاب کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی پسماندہ حالت اور ہندوستان کا خوفناک مستقبل ہر صاحب دل کو خون کے آنسو رلاتا تھا۔

یہ خوفناک حالات اور تاریک فضائیں تھیں جن میں روشنی کی یہ کرن نمودار ہوئی یعنی حضرت شیخ نے نئے سرے سے انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ایک نیا انقلاب برپا کرنا چاہا۔ یہ انقلاب اگرچہ ایک خاموش (علمی) انقلاب تھا لیکن بہرحال اپنے مقصد و معنی کے اعتبار سے اور پھر اپنے اس پس منظر کے لحاظ سے جس میں خون سے لکھی ہوئی آزادی کی داستانیں تھیں، یقینا ایک انقلاب تھا۔

آپ اٹھے اور بہت سے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ایک قافلہ مرتب ہو گیا جس نے اپنے مجوزہ میدان میں جہاد شروع کر دیا، نتیجۃً اس کے خون سے عرش استعمار ہل گیا اور برطانوی ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد حضرت شیخ اپنے اللہ سے جا ملے۔ لیکن آپ کی روح زندہ اور کار فرما رہی، آپ کی مساعی بار آور ہوئیں اور ہندوستان نے اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو عروس آزادی سے ہمکنار ہو کر پا لیا۔ کاش! کہ حضرت شیخ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

واقفِ اسرار

حافظ نور محمد انور

مانگ جو کچھ مانگنا ہے خالقِ غفار سے
تیری ہر حاجت روا ہوگی اسی دربار سے

اس کے در کو چھوڑ کر جاتا ہے کیوں غیروں کے پاس
فضل کی اُمید رکھ تو اپنے پالنہار سے

تیرے ظاہر اور باطن سب سے واقف ہے خدا
ہے عبث کچھ بھی چھپانا واقف الاسرار سے

ہو عمل تیرا سدا انور خدا کے حکم پر
عاقبت میں تا نہ ہو محروم تو دیدار سے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۴۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۴-۸۱/۲۸۴ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲۰/۷۶/۹/۴۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی بذریعہ چٹھی نمبر G۸۲/۴۷-۱۰/۳۱۰۵ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

مساوات و اخوت پھر بڑھانے کی ضرورت ہے

صدر الدین صدر

مسلمانوں کو اک مرکز پہ لانے کی ضرورت ہے
طریق احمدِ مرسل بتانے کی ضرورت ہے

مساوات و اخوت پھر بڑھانے کی ضرورت ہے
محبت ہی کے افسانے سنانے کی ضرورت ہے

جہاں سے شورشِ باطل مٹانے کی ضرورت ہے
ہر اک اٹھتا ہوا فتنہ دبانے کی ضرورت ہے

تقاضا وقت کا ہے غیر کو بھی آج اپنا لیں
جو ہیں روٹھے ہوئے ان کو منانے کی ضرورت ہے

ہوئے ہیں دور جو گم گشتہ ہو کر اپنی منزل سے
انہیں منزل کا رستہ پھر دکھانے کی ضرورت ہے

مسخر سارے عالم کو کریں اخلاق سے اپنے
کہ شانِ آدمیت کو بڑھانے کی ضرورت ہے

نہیں لیتے جو کروٹ تک کسی کی آہ و زاری پر
انہیں غفلت کے ماروں کو جگانے کی ضرورت ہے

سہارا ان کو دینا چاہیے جو ہوں تھکے ماندے
بھنور میں ڈوبتی کشتی بچانے کی ضرورت ہے

مصائب سے نہ گھبرائیں شجاعت کے دھنی ہو کر
کوئی مشکل ہو غالب اس پہ آنے کی ضرورت ہے

کمالِ زندگی یہ ہے کہ مرنا ہم کو آ جائے
خدا کے نام پر سر تک کٹانے کی ضرورت ہے

تری آواز پہنچے گی یقیناً عرشِ اعظم تک
صدا لیکن ترے دل سے اٹھانے کی ضرورت ہے

یہ مانا ہیں گرفتارِ بلا لیکن قفس والو!
پرِ پرواز کو جنبش میں لانے کی ضرورت ہے

مصیبت عالمِ انسانیت کی دیکھنے والے
غریبوں کے لئے دولت لٹانے کی ضرورت ہے

دوئی کا شائبہ تک بھی نہ ہو جس کے تصور میں
اسی توحیدِ خالص کے سکھانے کی ضرورت ہے

زدِ پیہم سے جس کی کانپ اٹھے ہر فتنۂ باطل
تجھے وہ ضربِ اِلّا اللہ لگانے کی ضرورت ہے

زمیں کیا آسماں بھی صدرؔ چومے گا قدم آ کر
خدا کے سامنے سر کو جھکانے کی ضرورت ہے

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔